ہندو حکمرانی کا ہولناک تجربہ
آگرہ و اودھ کے مسلمانوں پر کانگرسی حکمرانوں کے مظالم
(۱۹۳۶ء ــ تا ــ ۱۹۳۹ء)
مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایونی (مرحوم)
ادارۂ پاکستان شناسی

ہندو حکمرانی کا ہولناک تجربہ

آگرہ و اودھ کے مُسلمانوں پر کانگرسی حُکمرانوں کے مظالم

(۱۹۳۶ء ۔ تا ۔ ۱۹۳۹ء)

مولانا محمد عبد الحامد قادری بدایونی (مرحوم)

ادارۂ پاکستان شناسی

کتاب ——— ہندو حکمرانی کا ہولناک تجربہ (مرقع کانگریس)

تالیف ——— مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایونی

طبع اوّل ۱۹۳۹ء

طبع ثانی مع مقدمہ و تقریب — رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ / دسمبر ۲۰۰۰ء

مطبع ——— گنج شکر پرنٹرز۔ لاہور

ناشر ——— ادارۂ پاکستان شناسی ۲/۱ سوڈھیوال کالونی
ملتان روڈ۔ لاہور ۵۴۵۰۰ فون ۷۴۱۴۸۹۲

تعداد ——— ۱۱۰۰

ضخامت ——— ۸۸

قیمت ——— پچیس روپے (۲۵/-)

واحد تقسیم کار ——— اورینٹل پبلی کیشنز
۳۵۔ رائل پارک لاہور ۵۴۰۰۰

اظہارِ تشکّر

من لم یشکر النّاس لم یشکر اللہ کے پیش نظر جناب خلیل احمد رانا (جہانیاں منڈی) کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جن کی وجہ سے "مرقع کانگریس" کا یہ نادر و نایاب نسخہ، عرصہ ساٹھ سال گزرنے کے بعد آج دوبارہ ہمیں میسر ہے اور بزبانِ حال اپنی اہمیت کا احساس دلا رہا ہے۔ محترم سید سبط الحسن ضیغم کا بصمیم قلب ممنون ہوں کہ انہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود مذکورہ کتابچہ پر نہایت وقیع اور فکر انگیز مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔

محترمی محمد انوار رضا (ملتان) کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے جنہوں نے ازراہِ نوازش مکرم جناب ولی مظہر سے (جو تحریکِ پاکستان کے حوالہ سے قابل قدر کام کر چکے ہیں) پیش نظر رسالہ پر "تقریب" لکھوا کر حوصلہ افزائی فرمائی۔ ملتان ہی سے ڈاکٹر محمد صدیق خان قادری بھی ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں کہ موصوف نے مولانا عبدالحامد بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مرتب کردہ رسالہ "تاثرات روس" (۱۹۵۷ء) مطبوعہ مرکزی جمعیت علمائے پاکستان، کراچی کی فوٹو اسٹیٹ ارسال فرمائی۔

مَیں اپنے مندرجہ ذیل ہمدرد احباب اور رفقائے کار کے تعاون کا دلی شکریہ ادا کرنا اپنا خوشگوار فرض سمجھتا ہوں۔

مختار احمد منہاس، مولانا محمد جلال الدین قادری، ابُوالطاہر فدا حسین فداؔ، سید اویس علی سہروردی، سید عبداللہ قادری، محمد اشرف کوثر، محمد طارق جمیل قادری، سید عارف محمود مہجور رضوی، حکیم محمد حامد نور اور راجا رشید محمود مدیر ماہنامہ "نعت" لاہور

مولیٰ تعالیٰ ان تمام محبین و مخلصین کو ان کے جذبہ خیر کا احسن ترین اجر عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ظہُورالدّین خاں عفی عنہ

مرقع کانگریس

۱ تا ۴۶

* * * *

عرضِ ناشر

تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

جدید دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں جس نے اپنی قومیت کا اظہار وطن اور نسل کی بنیاد پر نہ کیا ہو' لیکن ہماری دھرتی یہ واحد خطہ ہے جس نے تحریکِ پاکستان میں ارضی اور قومی رشتوں کو جھٹک کر صرف عقیدہ کی بناء پر مسلم قومیت کا ثبوت پیش کیا ہے۔ زیرِ نظر کتابچہ آج بھی (جو آج سے اکسٹھ سال اور قیامِ پاکستان سے آٹھ سال قبل شائع ہوا تھا) یہ دعوتِ فکر دے رہا ہے کہ تحریکِ پاکستان کی آزادی کے لئے کی جانے والی مساعی محض سیاسی و معاشی نہیں بلکہ نظریاتی تھیں۔

پاکستان شناسی کے حوالہ' سے وقت گزرنے کے ساتھ اِس بات کا احساس شدت سے بڑھتا جا رہا ہے کہ ہم نے اپنی اساسی نظریہ کو فروغ دینے کی سرے سے کوئی منظم و موثر شعوری کوشش کی ہی نہیں' یا بہ الفاظ دیگر ہم نے آج تک تحریکِ پاکستان کی جامع تاریخ مرتب نہ کرکے اپنے ذہنی افلاس کی بدترین مثال مہیا کی ہے ——— اس کوتاہی کا ذمہ دار کون ہے؟

بقول مرحُوم علامہ علاءُ الدین صِدّیقی (۱۹۰۷ء - ۱۹۷۷ء) سابق وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی لاہور' اِس کوتاہی کے ذمہ دار بحیثیت قوم ہم سب ہیں اور آج کا نوجوان اس پیدا شدہ فکری بدحالی کے باعث یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ آخر پاکستان حاصل کرنے کا مقصد کیا تھا؟

بہر کیف یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہم نے اپنی تاریخ سے مجرمانہ غفلت کا اظہار کیا ہے اس لئے نئی نسل فکری افلاس کا شکار ہے اور اپنی تاریخ سے ناواقف ہے

------ اپنی تاریخ سے بے بہرہ اقوام فکری انتشار کا شکار ہو جاتی ہیں۔

صاحبانِ علم و دانش اور اربابِ اختیار کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ نوجوان نسل کو اپنے شاندار ماضی سے کٹنے سے بچانے کے لئے تحریکِ پاکستان اور تاریخِ ملی کے حقائق کو تعلیمی نصاب[1] کا حصہ بنائیں تاکہ وہ اس سے کسبِ فیض کے ساتھ مستقبل کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہو سکے۔

بلا شبہ استقبال کی نسلوں پر بھی یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اُن چہروں کو پہچاننے کی کوشش کریں جو عظمتِ کردار، استقامت اور حسن سیرت کا مظہر تھے اور

---

[1] نہ صِرف نصاب تعلیم کا حِصہ بنائیں بلکہ جنگِ آزادی سن ستاون سے لے کر تحریکِ پاکستان تک کے تمام اکابر اور زعماء کے احوال و آثار جمع کرنے کے ساتھ کارکنوں، رضاکاروں، مجاہدوں، اور گمنام اور گم کردہ خدّام مِلت کے تاریخی کردار کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کیا جائے۔ ازیں علاوہ تحریکِ پاکستان کے دانشوروں کے ارشاد و افکار اور آراء سے (جنہیں ہم "گئیتا" نظر انداز کر چکے ہیں) بھی استفادہ کیا جانا چاہیئے ------ آج ملکی معیشت کا مسئلہ ہر خاص و عام کے لئے سوہان روح بنا ہوا ہے کہ آئندہ کی نسلیں بھی قرضوں کی لپیٹ میں جکڑ دی گئی ہیں۔ مولانا بدایونی کے ایک ہمعصر حکیم یوسف حسن مرحوم مدیر ماہنامہ "نیرنگِ خیال" لاہور (۱۸۹۲ء - ۱۹۸۱ء) اپنی مشہور کتاب اِسلامستان (طبع لاہور ۷ ۱۹۴ء) کے باب "پاکستان" میں ------ "پاکستان کے لئے مقدم فرض" ------ کے زیرِ عنوان یوں رقمطراز ہیں کہ:

"پاکستان کے لئے سرمایہ اپنے اندر سے مہیا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ غیر ملکی حکومتوں سے قرض لینے اور کارخانے کھولنے یا کاروبار چلانے کی کوشش کرنا ہمارے لئے مہلک ہو گا۔ غیر ملکی سرمایہ دار تیار بیٹھا ہے کہ ہم اس سے سرمایہ طلب کریں اور وہ سرمایہ دینے کے ساتھ ہی ہم سے سود کی ایک رقم بھی وصول کرے گا۔ اور ہمارے ملک کے اندر کارخانے اس انداز میں کھولے گا کہ سو پچاس سال تک اس کا تمام منافع ہڑپ کرتا رہے ------ <u>آزادی کو اقتصادی غلامی میں بدلنا بہت ہی بری چیز ہے۔</u>"

------ خط کشیدہ جملہ دوبارہ پڑھئے اور ذرا سوچئے!!!

تفصیل کے لئے دیکھئے۔ "اسلامستان" از یوسف حسن شائع کردہ نیرنگ خیال بک ڈپو، فلیمنگ روڈ لاہور، اشاعت ۷ ۱۹۴ء

پھر ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں جن کی بدولت آج ہم آزاد فضاؤں میں سانس لے رہے ہیں۔

لاریب مولانا عبدالحامد بدایونی نے پاکستان کی سالمیت کے تحفظ کے لئے قابل قدر خدمات سرانجام دی ہیں، انہوں نے اپنی زندگی بحیثیت عالمی مبلغ بھی، اسلام کی اشاعت و ترویج کے لئے وقف کر رکھی تھی، وہ قیام پاکستان کے بعد بھی اس کے اساسی نظریہ سے ایک لمحہ کے لئے غافل نہ ہُوئے اور پاکستان میں اسلامی آئین کے لئے جدوجہد کرنے والے قائدین میں اُن کا اسمِ گرامی سرِفہرست ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اُس وقت کے صاحبانِ اقتدار و اختیار، پاکستان کے اساسی نظریہ (جو نظریۂ اسلام ہے) سے انحراف کرتے رہے۔ اور جس کا غالباً" مولانا بدایونی مرحوم و مغفور کو از حد احساس تھا۔ چنانچہ اِس کا کچھ اندازہ اُن کی اس تحریر سے ہو جاتا ہے جب وُہ اپنے سفرنامہ "تأثراتِ رُوس" (مطبوعہ کراچی ۱۹۵۷ء) میں اپنے قلبی کرب کا یُوں اظہار فرماتے ہیں کہ

"جس ملک کو کتاب و سُنّت کی اساس پر بنایا گیا آج وہاں کتاب و سُنّت اور مذہب کے ساتھ کیا کھیل ہو رہا ہے۔"

بہرکیف وہ قیام پاکستان کے بعد بھی اسے صحیح راستے اور منزل کی طرف گامزن رکھنے کے لئے مسلسل جدوجُہد کرتے رہے۔

پیشِ نظر کتابچہ اگرچہ مختصر سی، لیکن تاریخ اور تحریکِ پاکستان کے اِن اوراق باز یافتہ سے پتہ چلے گا اور بقول مدیر روزنامہ "جنگ" کراچی ــــــــ

"مولانا بدایونی کی زندگی نے اِس برصغیر کی تاریخ پر حرکت و عمل اور مسلسل جدوجُہد کے گہرے نقوش چھوڑے ہیں جن کی روشنی اور چمک دوسروں کو ہمیشہ ان مقاصد کی خاطر قربانی و ایثار پر آمادہ کرتی رہے گی جن کے لئے پاکستان حاصل کیا گیا تھا۔"

ایسی ہی برگزیدہ شخصیات کے لئے کہا گیا ہے کہ

ع یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہو گی

مذکورہ بالا نقوش کو اپنا کر ہم یقیناً اپنی اصل منزل اور اس راستہ کی طرف گامزن ہو سکتے ہیں کہ جس منزل کو حاصل کرنے کے لئے "بے مثال رشتوں اور جذبوں کی قربانی دی گئی، اربوں روپے کی جائدادیں گنوائی گئیں، لاکھوں عزتیں لٹیں اور کروڑوں افراد کو آگ اور خون کے دریا سے گزرنا پڑا۔"

تحریکِ پاکستان کے عظیم مجاہد، بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ کے رفیق اور جمعیت علمائے پاکستان کے مرکزی صدر حضرت مولانا محمد عبدالحامد بدایونی ؒ نے صوبہ متحدہ آگرہ واودھ میں کانگریسی حکمرانوں کے عہد (۱۹۳۶ء تا ۱۹۳۹ء) میں مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کی تفصیل اپنی تالیف "مرقع کانگریس" مطبوعہ ۱۹۳۹ء میں بیان کی ہے۔ جسے پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اِس کتاب میں درج واقعات سے ہندو ذہنیت پوری طرح بے نقاب ہو جاتی ہے اور تحریکِ پاکستان کے جواز میں ایک برہان قاطع میسر آتی ہے۔

نئی نسل کو یہ بتانے کیلئے کہ کشمیری اور بھارتی مسلمانوں کے ساتھ ساتھ دیگر بھارتی اقلیتوں کو نشانہ ستم بنانا ہندو حکمرانوں کی فطرت ثانیہ کا مظہر ہے۔ ہم علامہ بدایونی ؒ کی تالیف لطیف کو "ہندو حکمرانی کا ہولناک تجربہ" کے عنوان سے جدید طرز طباعت سے آراستہ کرکے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

اکابرِ ملّت کی خدمات اور کارناموں کو اُجاگر کرنے کی ضرورت آج کہیں زیادہ ہے، اس لئے احقر راقم السطور، قارئین و ناظرین سے اس وعدہ کے ساتھ رُخصت ہوتا ہے کہ ملک و ملّت کے اِس خادم مکتبہ کی جانب سے حضرت مولانا عبدُالحامد بدایونی ؒ (۱۸۹۸ء - ۱۹۷۰ء) جو بیک وقت "ایک جیّد عالم، ایک جادو بیان خطیب، ایک مُمتاز سیاستدان، مصنّف و ادیب، اُستاذ و محقّق، ہمدرد و مشفق مذہبی راہنما ہونے کے ساتھ تحریکِ پاکستان کے ایک پُر جوش و سرفروش سپاہی بھی تھے" کی خدمات کو خراج عقیدت ادا کرنے کے لئے ایک رسالہ بعنوان "مولانا عبدالحامد بدایونی اور ان کی ملی و سیاسی خدمات" (مرتبہ سیّد نُور محمّد قادری مرحوم) عنقریب زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منصّۂ شہود پر آ جائے گا۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ

یہ سطور قلمبند کی جا رہی تھیں کہ حُسنِ اتفاق سے احقر کے ایک دیرینہ کرم فرما مکرم غلام محمد نظامی زید مجدہٗ نے حضرت مولانا بدایونی علیہ الرحمہ پر وُہ قطعۂ تاریخ وفات (مطبوعہ ماہنامہ نظام الدین ملتان' جمادی الاول ۱۳۹۰ھ / اگست ۱۹۷۰ء) ارسال کیا ہے جسے ان کے سانحۂ ارتحال پر جناب عزیز حاصل پوری نے کہا تھا' جو حسبِ ذیل ہے۔

یہ کیا ہو گیا آج؟ بارِ الٰہ — نظر آ رہی ہے غمیں پُر نگاہ
دل افسردہ' افسردہ چہرے اُداس — ہوئی سوگ میں کس کے؟ دنیا تباہ
کراچی میں فرما گئے انتقال — بدایوں کے اک صاحبِ عزّ و جاہ
وُہ علامہ عبدِ حامد عزیز — وہ صدرِ جمعیت وُہ ملّت پناہ
سیاست میں ہر حاکمِ وقت کے — گنہگار تھے وُہ مگر بے گناہ
مسلمان کی چاہتے تھے فلاح — رہی زندگی بھر یہی ایک چاہ

کہو ہائے کے لب سے تاریخِ مرگ
"اُٹھے ایک علامۂ العصر آہ"
۱۳ ھ ۹۰

ناظمِ ادارہ
ظہور الدّین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

۱

متحدہ ہندوستان نہ تو ایک ملک تھا اور نہ ہی اسے ہمیشہ ایک جغرافیائی وحدت قرار دیا گیا ہے۔ البتہ مضبوط، سیانے اور جابر حکمرانوں نے ہندوستان کے نام پر معروف دیسوں اور ملکوں کو کبھی کبھی اکٹھا کرکے ان پر راج قائم کیا اور اس نام کا ایک ملک بنا لیا۔ چندر گپت موریہ، اشوک، اکبر اعظم، اورنگزیب، ملکہ وکٹوریہ اور اس کے فرنگی جانشین، اس مصنوعی دیس کو ایک ریاست بنا کر حکمران رہے۔ بنگلہ دیش، دراوڑستان، شمال مشرق میں واقع علاقے، جو بہت حد تک تبتی نسل سے متعلق ہیں۔ وادیٔ گنگ و جمن، وادیٔ کشمیر، گجرات، وادیٔ ہڑپہ، وادیٔ سندھ اور دریائے سندھ سے مغرب جنوب میں واقع تہذیبوں کو اکٹھا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اِن دیسوں میں مجموعی طور پر لسانی، تہذیبی، نسلی، مذہبی یہاں تک معاشی سانجھ بھی مفقود تھی۔ بعد کے حکمران نہ ہی یہ راج، اِن اکائیوں کو ایک ریاست کے طور پر متحد رکھ سکے اور نہ ہی اس میں سیاسی اور عمرانی یکجہتی پیدا کر سکے۔ صرف انتظامی طور پر ان زونوں پر وہ قابض و حکمران تھے۔ کوشش کے باوجود اِس مجموعہ تہذیب و تمدن کو کوئی ایک حکمران بھی اپنی اِس متحدہ سلطنت میں ایک

مذہب، ایک زبان، ایک تہذیب، ایک منڈی، ایک نسل کے روپ میں بدل نہ سکا، کیونکہ ایسا ہونا نہ فطری تھا نہ قدرتی۔

۲

مجموعی طور پر اِس انتظامی ریاست میں بعض رویوں میں شدید اختلاف تھا۔ بعض ایسے علاقے تھے، جن پر برہمن کی وچار دھارہ بُری طرح مسلط تھی اور بعض علاقے برہمن کی نسلی گروہ بندی کے مخالف تھے، جنہیں برہمن نے ذات پات کی حدود کے اندر بند کرکے غلام بنا رکھا تھا اور انہیں ہر بنیادی انسانی حق اور سہولت سے متمتع ہونے سے روک رکھا تھا اور اِس ذات پات اور نسلی گروہ بندیوں کو دھرم کا نام دے رکھا تھااور انسانی زندگی کے ارتقاء کو روکنے کے لئے غلامی کو ہندو دھرم کے بنیادی عقائد کا حصہ بنا دیا، جس کے نتیجہ میں دھرتی کے اصل فرزند بھی تمام انسانی حقوق سے محروم کر دیئے گئے۔

۳

یہ دلچسپ بات ہے، برہمن اور دوسرے آریائی قبیلے غیر ملکی ہیں۔ ان کے بزرگ وسط ایشیا سے، قحط سالی، بھوک، ارضی و سماوی آفات اور حالات کے ناموافق ہونے کی وجہ سے اپنے وطن کو چھوڑ کر ایران پہنچے۔ یہ لوگ تہذیبی طور پر سماج کے ابتدائی مراحل کو ابھی پار نہیں کر پائے تھے، اس لئے خانہ بدوش اور گلہ بان تھے، جس کی وجہ سے تہذیب و تمدن اور معاشرت کے ابتدائی اصول و ضوابط سے ہنوز ناآشنا تھے۔ ایران پہنچتے ہی اندر کی قیادت میں ایرانی تہذیب و تمدن کی تخریب کرنے لگے۔ ایرانی قیادت نے انہیں مار بھگایا۔ تین چار صدیوں کی لڑائی اور کشمکش کے بعد بالآخر اہلِ ایران نے انہیں ایران کی زمین چھوڑنے پر مجبور کر دیا اور یہ لوگ کئی قسطوں میں پنجاب پہنچے۔

۴

آثارِ قدیمہ ایسے علوم کے ماہرین کی تحقیق یہ ہے کہ ہڑپہ تمدن' ایک مادی روپ اختیار کر چکا تھا'جس کے اپنے معاشرتی اصول اور قوانین تھے۔ آریہ قبائل اِس دھرتی میں ۲۵۰۰ قبل مسیح میں پہنچنا شروع ہوئے اور نقل مکانی کا یہ سِلسلہ دس صدیوں تک جاری رہا۔

کیونکہ اپنے رویہ کی وجہ سے انہیں ایران سے نامساعد حالات سے دوچار ہونا پڑا۔ پنجاب میں داخلہ کے بعد انہوں نے اپنے خانہ بدوشانہ رویوں میں اور سختی پیدا کر لی تھی۔ چنانچہ یہاں پر انہوں نے اُجڑ چکے قبائل کی طرح نمرتا اور عجز کی بجائے' سختی سے مقامی آبادیوں سے ہر چیز چھیننے کی کوشش کی'جس کے نتیجہ میں یہاں طویل لڑائیاں ہوئیں' جو اُس وقت تک جاری رہیں جب تک انہیں یہاں سے مشرق کی جانب دھکیل نہیں دیا گیا' یہ سلسلہ جنگ و جدل کم از کم پانچ صدیوں پر محیط ہے۔

۵

آریائی قبیلوں کے آمد سے پہلے ہڑپن تہذیب ایک خود کفیل معاشرہ کو جنم دے چکی تھی۔ یہاں تک اس میں ٹھہراؤ آ چکا تھا' کھیتی باڑی کے ہر گُن سے بھرپور تھے۔ شہری ریاستیں قائم کر چکے تھے۔ مگر یہ لوگ ابھی تک کانسی اور پیتل ایسی دھاتوں سے کام لے رہے تھے' لوہے سے ناآشنا تھے'جو آریہ اپنے ساتھ لائے اِسی طرح گھوڑا بھی وہی اِس دھرتی میں لائے' لوہے اور رفتار میں تیزی کی وجہ سے انہیں موجودہ ہڑپن تہذیب پر کامیابی حاصل ہوئی'لیکن لوہے اور گھوڑے سے آشنائی کے بعد ہڑپن تہذیب بھی انقلاب آشنا ہوئی اور وہ آریائی قبیلوں سے اپنی دھرتی کو پاک کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

۶

وادیٔ گنگ و جمن میں پہنچ کر برہمن نے اپنی دائمی حکمرانی کے لئے اس فلسفہ کو تخلیق کیا' جس کی بنیاد پر ہندُومت ذات پات' بُت پرستی اور نسل پرستی کو ایک عقیدہ اور فلسفہ کی شکل میں ایک نئے دھرم کی بنیاد رکھی اور پُوری اولادِ آدم کو نسلی خانوں میں تقسیم کرکے مقامی آبادیوں کو غلامی میں جکڑ دیا۔

۷

بُدھ مت اور جین مت اِس ہندُومت کے خلاف ایک فلسفیانہ بغاوت تھی' مگر وہ گنگ و جمن کی وادی کے ان جان لیوا' تصوّرات کو مادی طور پر ختم نہ کر سکی' جو انسانیت کا سب سے بڑا دشمن دھرم ہے۔

۸

اِس دھرتی کی یہ خوش قسمتی تھی کہ اسلام کی آمد سے یہاں کی دکھی انسانیت نے سکھ کا سانس لیا۔ اِس دھرتی کی ایک اور خوش قسمتی یہ تھی کہ یہاں اسلام کی آبیاری صوفی بزرگوں نے کی اور لوگوں کو توحید' محبت پیار' مساوات' برابری کا درس دیا۔ جس پیالہ میں مقامی لوگوں نے پانی پیا' اس کو توڑنے کی بجائے اسی پیالہ ہی میں خود بھی پانی پی کر مقامی لوگوں سے احساسِ غلامی کو ختم کیا۔ اپنے عمل اور سادہ زبان میں اسلام کی تبلیغ سے ان کے دلوں کو منور کر دیا۔ اور وادیٔ ہڑپّہ اور اس کے گرد و نواح میں موجود تمام قبائل کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔

۹

اس بات کو ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ سپین میں اسلام' فتوحات کی وجہ سے پُہنچا۔ وہاں تصوف بعد میں گیا' مگر یہاں (نام نہاد متحدہ ہندوستان میں) صوفی وچار دھارہ اور فکر و فلسفہ نے عوام کو حلقہ بگوش اسلام کیا' جس کی وجہ سے سپین سے

اسلام کو دیس نکالا مل گیا' مگر یہاں اسلام آج بھی ایک زندہ مذہب' روحانی قوت اور فروغ پذیر تہذیب کے طور پر موجود ہے اور ترقی پذیر ہے۔ حالانکہ آزادی کے بعد بھارت میں جس متشددانہ ماحول میں مسلم عوام نے زندگی گزاری ہے اور کوئی مذہب ہوتا تو یقیناً لوگ ہندو کی نسل پرستانہ غنڈہ گردی کے مقابلہ میں ہتھیار ڈال دیتے۔

۱۰

اسلام کی روشنی پھیلتے ہی یہاں دو قوموں کی شکل میں دو تمدنوں' دو تہذیبوں اور دو مذہبوں کی صورت میں فکری جدوجہد شروع ہو گئی' اسی کو معرکۂ اسلام اور ہندو مت قرار دیا جاتا ہے۔

۱۱

یہاں اِس بات کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ مسلمانوں کی آبادی میں اُن علاقوں میں اضافہ ہوا یا اُن علاقوں میں اسلام کو قبول کیا گیا' جو مسلم اقتدار کے مراکز سے دوری پر واقع تھے مثلاً اسلام پنجاب' سندھ' بلوچستان' بنگال' آسام اور دکن کے ساحلی علاقوں میں پھیلا' مگر دہلی' آگرہ یا وادیٔ گنگ و جمن میں ہمیشہ اقلیت میں رہا۔ اِن علاقوں میں مسلمانوں میں وہی قبائل دکھائے دیتے ہیں' جن کے آباؤ اجداد عرب' ایران' ترکستان' ماوراء النہر وغیرہ سے آئے۔ ایسا اِس لئے ہوُا کہ مسلمان حکمرانوں نے اپنی قوت اور جلال و جبروت کے باوجود کسی مقامی باشندہ کو اسلام قبول کرنے کے لئے نہ ترغیب دی اور نہ ہی دباؤ ڈالا۔ عربی' ایرانی' تورانی اور ایسے دوسرے لوگ حکمرانوں کے ساتھ آتے رہے اور پایہ تخت کے گرد و نواح میں آباد ہوتے رہے۔ انہوں نے بھی مقامی آبادیوں کو اسلام قبول کرنے کے لئے مجبور نہ کیا۔

۱۲

پنجاب میں اسلام کو اِس لئے قبولیت کا شرف حاصل ہُوا کہ یہاں کی آبادی ہزاروں نسلوں کے سماجی ملاپ سے پیدا ہوئی، جس کی وجہ سے ان میں بُت پرستی، دوئی، نسلی برتری کا کوڑھ موجود نہیں تھا، یہی وجہ ہے، جب بابا فرید جی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے صوفیاءِ کرام نے انہیں محبت، پیار، مساوات، سماجی برابری بھرپن اور توحید کا پیغام دیا تو یہ ان کے دلوں کی آواز تھی۔ انہوں نے بلا تاخیر نئی انقلابی فکر کو دل و جان سے قبول کرتے ہوئے، یہاں مسلم برادری کی آبادی میں غیر معمولی اضافہ کرکے ایک نئے تمدن، ایک نئی تہذیب، ایک نئی ثقافت اور ایک نئے دین کا پرچم بلند کر دیا، جو پاکستان کی بنیاد بنا۔

۱۳

اگر مسلمان حکمران ذرا بھی جبر و اکراہ سے کام لیتے، تو آج بھارت، دراوڑستان شمال مشرقی تبتی نسل پر مشتمل لوگوں میں کوئی غیر مسلم نظر نہ آتا۔ مسلمان حکمرانوں کی اِس وسعت قلبی سے برہمن نے غلط فائدہ اُٹھا کر اپنے فکر و فلسفہ کی آبیاری جاری رکھی اور وہ اس قدر سازشی انداز میں حکمرانوں کی روحوں کو مسخر کرنے میں کامیاب ہو گئے کہ اُن کے حرموں میں بھی مقامی ہندو راجوں، مہاراجوں کی بیٹیوں کو داخل کر دیا گیا تا کہ اُن سے اپنے لِئے زیادہ سے زیادہ سہولتیں حاصل کرتے رہیں۔ مغل راج میں ایسے اثرات زیادہ دکھائی دیتے ہیں۔

۱۴

مغل راج کے خاتمہ پر ایسٹ انڈیا کمپنی نے نئی حکمرانی کی بنیاد رکھی، جو یورپی عیسائی تمدن کی علمبردار تھی۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ دینِ عیسیٰ علیہ السّلام کا فلسطین سے آغاز ہُوا، جو ایشیا

کا حصّہ ہے۔ یورپ میں عیسائیت نے پہنچ کر ایک ایسی شکل اختیار کی، جو حضرت عیسیٰؑ کے دین سے ایک الگ بات تھی، جو اسلام کے خلاف ایک متحارب قوت بن گئی۔ صلیبوں کی جنگیں اِسی فرق و امتیاز کی وجہ سے ہُوئیں۔ متّحدہ ہندوستان میں انہوں نے راج مسلمانوں سے چھینا تھا، اِس لئے مسلم عوام و خواص کے ذہنوں میں نئی غلامی کو پختہ کرنے کے لئے انہوں نے اسلام اور حضور پاک ﷺ کے خلاف ہرزہ سرائی شروع کر دی اور اس میدان میں برہمن کو اپنا حلیف بنا لیا۔

۱۵

برطانوی حکمرانوں کو اِس بات کا ادراک ہو چکا تھا کہ ایک دن انہیں بھی یہاں سے راج پاٹ کو چھوڑنا ہو گا، کیونکہ نہ ہی کوئی قوم ہمیشہ غلام رکھی جا سکتی ہے اور نہ ہی کوئی قوم ہمیشہ حکمران رہ سکتی ہے، اِس لئے انہوں نے برہمن اور مسلمانوں میں موجود فطری اور قدرتی اختلاف کو اور بھی وسیع کرنے کی کامیاب کوششیں کیں اور برہمن کی اس نے دل کھول کر سرپرستی کی تاکہ مسلمان کی اُبھرتی قوت کو کمزور رکھا جا سکے۔

۱۶

بیسویں صدی کے آغاز کے ساتھ ہی آزادی کی تحریکیں زور پکڑنے لگیں جن میں زیادہ سے زیادہ قربانیاں دینے والوں میں مسلمان شامل تھے اور بہت جلد احساس ہونے لگا کہ برہمن اور پادری مسلم دشمنی میں متحد و متفق ہیں اور کوئی ایسا موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے، جس سے اِسلام، پیغمبرِ اسلام اور مسلم تمدن کے خلاف نفرت پھیلا کر مسلمان کی دل آزاری نہ کریں۔

۱۷

جس پر مسلمان اکابرین نے اس رویہ کو دیکھ کر جلد ہی اپنی صف بندی ہندو

سے الگ ہو کر' کرنا شروع کر دی۔

۱۸

اقتدار مسلمانوں سے چھیننے کی وجہ سے انگریز کو اس بات کا اچھی طرح علم تھا کہ مسلمان اس کا دوست اور حلیف نہیں ہو سکتا' اس لئے اس نے برہمن سے تو گٹھ جوڑ کیا تھا' لیکن ان بنیادی عقائد کو بھی باطل ٹھہرانے کے لئے کوششیں جاری رکھیں کہ وہ مسلم عقائد اور اقدار کو متنازعہ بنا دیں اور ان کے ازلی و ابدی ہونے کے تصور کو منسوخ قرار دیا جائے تاکہ مسلمانوں کی قوت کو کمزور کیا جا سکے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے

☆ حضور پاک سرورِ کائنات حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات کو متنازعہ بنانے اور آپ کے قد کو چھوٹا کرنے کے لئے نئے عقیدوں کی آبیاری کی۔

☆ جہاد کو منسوخ کرانے کے لئے فتاویٰ جاری کرائے۔

☆ گاندھی کے عدم تشدد کے فلسفہ کی بنیاد بھی مسلمانوں کے اندر سے جہاد ایسے بنیادی عقیدے کو ختم کرنے کے مترادف تھا۔ اور اس طرح مسلم انڈیا میں غلامی کو پختہ کرنے کے لئے مسلم عقائد کی فکری بنیادوں کو کمزور اور منہدم کرنے کی کوششیں کی گئیں۔

۱۹

اِس بات سے سب آگاہ ہیں کہ آزادی کی تحریکوں میں درمیانہ طبقہ کی موثر تعداد ہوتی ہے اور وہی راہنمایانہ کردار ادا کرتی ہے۔ چنانچہ متحدہ ہندوستان میں بھی اِس طبقہ کے ہاتھ میں جنگِ آزادی کی بھاگ ڈور تھی' درمیانہ طبقہ میں وکلاء' اساتذہ' علماء شامل ہوتے ہیں۔ انہیں عدالت' کالج' مدرسہ' مسجد' مندر' گوردوارہ

اور گرجا میں تقریر کا موقعہ ملتا ہے اور لکھنے پڑھنے کی سہولتیں بھی اس طبقہ کے پاس وافر طور پر موجود ہوتی ہیں۔ چنانچہ جنگ آزادی میں یہی لوگ پیش پیش تھے۔

۲۰

مسلم اکابر میں سرسیّد مرحوم وہ پہلی شخصیت تھے جنھوں نے برہمن کی صف بندی اور اس کی اُبھرتی ہوئی قیادت کی طاقت کو محسوس کرتے ہوئے، الگ مسلم تشخص کا پرچم بلند کر دیا، جس سے مسلم اہل الرائے کی بڑی تعداد نے اتفاق کیا اور بدلتے ہوئے حالات میں پادری اور برہمن کے اتحاد اور یک جہتی کو دیکھ کر اپنی صف بندی کو مسلم قومیت کی بنیاد پر منظم کرنے کا آغاز کر دیا۔

۲۱

بیسویں صدی کے آغاز کے ساتھ برہمن اِزم اور مسلم تہذیب کی الگ الگ شناخت صاف دکھائی دینے لگی۔ اور مسلم دنیا کی نئی نسل اس فکر سے دلچسپی لینے لگی۔ اِنہی میں مولانا عبدالحامد بدایونی بھی تھے جو یُوپی کے مردم خیز قصبہ بدایوں کے مشہور عثمانی خاندان میں ۱۸۹۸ء میں پیدا ہوئے۔

۲۲

بدایوں کئی حیثیت سے اہم قصبہ ہے، جہاں تصوف کے تمام سلاسل کے مراکز موجود تھے۔ اور ان میں سے کئی بزرگوں کے مزارات ہیں، اہلِ قلم کی بڑی تعداد بھی یہیں سے متعلق ہے۔

حضرت نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہی بھی اِسی مٹی کی دین ہیں مشہور مورخ عبدالقادر بدایونی بھی یہیں پیدا ہوئے۔ چنانچہ مولانا عبدالحامد بدایونی پر قدرتی طور پر اس شہر کے مخصوص فکر و فلسفہ اور تصوف نے غیر معمولی اثرات ڈالے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بیک وقت کئی خوبیوں کے مجموعہ تھے۔ وہ عالم دین، سیاست دان، روشن

خیال مفکر اور ایک ایسے قلم کار تھے، جو ہر موضوع پر موثر تحریر لکھنے کی قدرت رکھتے تھے، انہوں نے سیاست دان کی حیثیت سے کتابیں بھی لکھیں، اپنی شعلہ بیانی کی دھاک بھی بٹھائی، دینی موضوعات پر بھی قلم اُٹھایا، مذہبی اور سیاسی تنظیموں کی بنیادیں رکھیں۔ سِیۡرُوا فِی الۡاَرۡض کا مقام بھی حاصل تھا۔ ایک صاحبِ طریقت بزرگ بھی تھے اور سفرنامہ نویس بھی!

۲۳

ان کی زندگی کا آغاز، مسلم نشأۃ ثانیہ کے تصورات کو فروغ دینے سے ہُوا۔ بیسویں صدی کے آغاز کے ساتھ ہی متحدہ ہندوستان میں بہت جلد وہ موڑ آ گیا، جس میں اہل الرائے نسل کو فیصلہ کرنا پڑا کہ وہ کانگریس کا ساتھ دیں، جو گاندھی کی قیادت میں برہمن ازم کے احیاء کے لئے جدوجہد کر رہی ہے یا مسلم لیگ میں شامل ہوں، جس کے قائدین میں علاّمہ اقبال ایسے لوگ شامل تھے۔ اور بالآخر قائداعظم کی شخصیت نے مسلم تشخص کی الگ شناخت کے لئے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی اور اسے جاگیرداروں کی حویلیوں سے نکال کر ایک زندہ اور جاندار تحریک بنا دیا۔

۲۴

مولانا بدایونی اِس مقصد کے لئے مسلم لیگ میں شامل ہو کر اس جہاد میں شامل ہوئے، جس نے پاکستان حاصل کر کے ایک نئے دَور کا آغاز کیا۔

۲۵

مسلم لیگ اور قائداعظم کے نزدیک مولانا مرحوم کا کیا مقام و مرتبہ تھا۔ اس کے لئے یہی کافی ہے کہ قائداعظم ہمیشہ ان سے مشورہ کرتے، ان سے خط و کتابت جاری رہتی اور مسلم لیگ کا کوئی ایسا اجتماع دکھائی نہیں دیتا، جس میں انہیں تقریر

کے لئے دعوت نہ دی گئی ہو یہاں تک کہ ۲۸۔ اپریل ۱۹۴۴ء کو ہونے والے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجتماع میں بھی شرکت کی' جو سیالکوٹ میں ہوُا۔ اور مسلم لیگ کی تاریخ میں یہ اجتماع ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے' اِس اجلاس میں مولانا بدایونی نے جو تقریر کی' اس اجتماع کے عینی شاہد آج بھی رطب اللسان ہیں۔ مولانا نے تقریر کرتے ہوئے کہا:

"عصرِ حاضر کے تقاضوں کا بنظر عمیق اندازہ کریں اور اس حقیقت کو سمجھیں کہ قومی تشخص کو اجاگر کرکے کامل اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کرنے کی ضرورت درپیش ہے۔ اِس لئے مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں اور باہمی اختلافات کو ختم کر دیں۔ اپنی اجتماعی کاوشوں سے پاکستان دشمن طاقتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔ یہ جنگ اسلامیانِ ہند کی دینی اور سیاسی جنگ ہے۔ آزاد اور خود مختار اسلامی مملکت کے قیام کی جنگ ہے جس کی کامیابی سے مسلمانوں کو ایک ایسا خطہ زمین ہاتھ آئے گا جہاں وہ آزاد فضا میں اپنے دینی شعائر سے عہدہ برآ ہونے کے لئے شریعتِ اسلامیہ کو جاری و ساری کرنے کے مکمل طور پر مختار و مجاز ہوں گے۔" [1]

۲۶

یہ موجودہ کتابچہ جہاں ان کی تجزیاتی شخصیت کا اہم عکس ہے وہیں ان کی خوبصورت طرزِ تحریر کا بھی ایک شاہکار ہے' جو اُن مظالم کی داستان کی تصویر کشی ہے' جو یوپی میں کانگریس (برہمن اِزم) کے اقتدار سے پھُوٹنے والی تاریخی شہادتیں

---

[1] تحریکِ پاکستان میں سیالکوٹ کا کردار از خواجہ محمد طفیل' مطبوعہ ادارہ مطبوعاتِ تحریکِ پاکستان' سیالکوٹ ۱۹۸۷ء' ص ۱۰۶ تا ۱۰۷

ہیں، جو پیر پور رپورٹ کا مقدمہ معلوم ہوتی ہیں حالانکہ اس وقت مولانا نوجوان سیاست دان، ابھرتے ہوئے عالمِ دین، مسلم لیگی مقرر اور بدایوں کی مخصوص ادبی و سیاسی آب و ہوا میں پرورش پانے والے ایک سیاسی تجزیہ نگار تھے۔ اس کتابچہ کو اس انداز سے انہوں نے تحریر کیا ہے کہ اس سے ان کی اصابت رائے کا لوہا ماننا پڑتا ہے۔

۲۷

اس زمانہ میں کانگریس نے مسلمانوں پر جس قدر مظالم کئے اُس سے چھوٹے بڑے مسلمان اِس قدر خائف ہو چکے تھے کہ کوئی فرد اِس موضوع پر مُنہ کھولنے سے بچتا۔ چنانچہ "سی۔ پی میں کانگریس راج" کے مولف حکیم اسرار احمد کریوی نے کتاب کا آغاز ہی بطور دیباچہ ایک ایسے خط سے کیا ہے، جس میں مکتوب نگار کی استدعا پر ان کا اسمِ گرامی شاملِ اشاعت نہیں کیا گیا۔ اِس سے اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ مسلم مسائل کو اس زمانہ میں موضوع بنانا کس قدر مشکل امر تھا اور اِن مشکلات میں کانگریسی راج کے مسلم دشمن کارناموں کا پَردہ فاش کرنا ایک بڑی بات تھی اور ایک کارنامہ تھا، جو "مرقع کانگریس" مرتب کرکے مولانا بدایونی نے سرانجام دیا، یہ راسخ الفکری ہے اور یہی کسی فرد کے مقام و مرتبہ سے آگاہی حاصل کرنے کا تھرمامیٹر بھی۔

مولانا ان لوگوں میں شامل ہیں، جو مستقبل کے بارے میں اس قدر باخبر اور مسلم قومیت کے بارے بہت زیادہ فکر مند تھے، جس کی وجہ سے انہوں نے ایک ایسے راہِ عمل کو اپنایا۔ اور ایک شاہراہ پر سفر کا آغاز کیا، جس پر کوئی کوئی فرد ہی دکھائی دیتا۔ یہ ان کی بصیرت کا فیصلہ تھا کہ کانگریس سے بھلائی کی توقع رکھنا سادہ لوحی ہی قرار دی جا سکتی ہے، سیاست سے آگاہی نہیں۔ مسلم اِنڈیا میں اپنی صِغرسنی ہی میں اپنی قائدانہ

صلاحیتوں کا لوہا منوا کر' صفِ اوّل کے مسلم اکابرین کے ہم سفر ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ زندگی کے پہلوؤں پر ان کی نظر اِس قدر گہری تھی اور ان کی اصابتِ رائے اِس قدر وقیع تھی کہ بہت جلد ہی اُنہیں آل انڈیا مسلم لیگ کی مرکزی مجلسِ عاملہ کا ممبر منتخب کر لیا گیا اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ جب مولانا حسین احمد مدنی یوپی کانگریس کے نائب صدر تھے اس وقت مولانا بدایونی آل انڈیا مسلم لیگ کی سطح کے قائد بن چکے تھے۔

۲۸

تحریک پاکستان' مسلمانوں کی قومی تحریک تھی' جس میں مسلمانوں کے تمام مکاتبِ فکر کے دور اندیش اور مستقبل پر گہری نظر رکھنے والے اکابر شامل تھے جن کی محنت' جدوجہد اور ملّی درد نے اِس تحریک کو کامیابی سے ہمکنار کیا اور پاکستان معرضِ وجود میں آگیا۔

مسلم انڈیا کے مسلمانوں کی خوش قسمتی تھی کہ انہیں سرسیّد' علاّمہ اقبال اور قائداعظم محمّد علی جناح ایسے راہنما مل گئے' جو اس بات تک پہنچنے میں بہت جلد کامیاب ہو گئے کہ کانگریس متحدہ ہندوستان کے تمام اہل ہند کی نمائندہ نہیں بلکہ کٹر ہندو اور نسل پرست جنونی مذہبی لوگوں کی نمائندہ ہے اور بنیادی طور پر کٹر ہندو' ذات پات کو اپنا عقیدہ سمجھنے والے بنیاد پرست ہیں' تنگ نظری میں یہودیوں سے بھی آگے۔ مسلم دشمنی میں اِس معاملہ میں اپنے تمام ہم خیال اور ہم سفروں سے آگے ہیں۔ وسطی ایشیا سے آکر وادیٔ گنگ و جمن پر قابض ہوئے' لیکن دوسرے لوگوں کو غیر ملکی سمجھتے ہیں جنھوں نے اِس دھرتی کو فکری حسن بخشا' اعلیٰ اور بلند مرتبہ تہذیب و ثقافت سے آشنا کیا' روحانی طور پر طمانیت بخشی۔ محبت' پیار' احسان' مساوات' برابری اور فکری توانائی کی دولت سے مالا مال کیا۔ بت پرستی کے کوڑھ کو ختم کرنے کے جتن کئے۔ ذات پات کے بتوں کو پاش پاش کیا۔ ربّی توحید

کے راگ الاپے، کھلے ہوئے انسانوں کو عظمت بخشی۔ برابری اور مساوات کے عمل کو جاری و ساری کیا۔ مسلم فکر کی یہی توانائیاں، برہمن راج کی راہ میں رُکاوٹ

تھیں جسے وہ رام راج قرار دے رہے تھے۔

کئی صدیاں پیشتر، رنگ، نسل، ذات پات کے بتوں کو صوفی درویشوں نے توڑا اور انسانیت کو سکھ کا سانس لینے کا موقعہ ملا، جو برہمن کے "دین" کے لئے ایک چیلنج تھا۔ مسلم راج کے خاتمہ کو برہمن نے اپنے لئے رحمت سمجھ کر فرنگی کی سرپرستی میں اپنے قدم جمانا شروع کر دیئے اور اپنی عددی برتری کو بنیاد بنا کر مسلمانوں کو اچھوت اور ملیچھ بنانے کے خواب دیکھنا شروع کر دیئے۔ کانگریس کا قیام اسی خواب کو مادی روپ دینے کی کوشش کا نام تھا۔ سب سے پہلے سرسیّد مرحوم کو اِس خطرناک صورت کا ادراک ہُوا۔ علاّمہ اقبال نے سرسیّد کے خیالات کو ایک مربوط فلسفہ میں بدل کر اپنی شاعری، خطبات، خطوط اور مضامین کے ذریعہ اس فلسفہ کو مادی روپ بخشا۔ اور قائداعظم محمد علی جناح نے اِس فکری تسلسل کو مسلم سیاست کے پرچم اور مستقبل میں بدل دیا، لیکن اس تمام فکری اور نظریات اور معاملات کو جن لوگوں نے عوام و خواص کے دل و دماغ کا حصہ بنایا، ان میں نواب بہادر یار جنگ، مہاراجہ سر علی محمد خاں آف محمود آباد، مفتی محمد برہان الحق جبل پوری، مولانا عبدالحامد بدایونی، خیری برادران اور کئی دیگر مسلم زعماء پیش پیش تھے، جنہوں نے متحدہ ہندوستان کے کونے کونے میں پاکستان کا تعارف کرایا۔ ہندو کی سیاسی بدکرداری، برہمن راج کے لئے جدوجہد سے مسلم دنیا کو آگاہ کیا۔ تقریر سے بھی اور تحریر سے بھی۔ یہ کتابچہ انہی تحریروں میں سے ایک تحریر ہے، جس نے مسلمانوں کی آنکھیں کھولیں اور یہ باور کرایا کہ کانگریس یعنی ہندو کو جب ۱۹۳۵ء ایکٹ کے تحت آدھا راج ملا، تو انہوں نے جو "کارنامے" سرانجام دیئے جن سے

پورا مسلم انڈیا بلبلا اٹھا پیرپور رپورٹ، سی۔ پی میں کانگریس راج اور مرقع کانگریس کے نام سے طبع ہونے والے لٹریچر نے تحریکِ پاکستان کو فکری غذا مہیا کرنے میں اہم رول ادا کیا۔ اور اس بات کا ادراک ہو گیا کہ جب کانگریس کو پورا راج مل گیا تو پھر کیا ہو گا؟

۲۹

یہ عجیب بات ہے کہ اس زمانہ میں دنیا دار لوگوں میں اِن حقائق کے جاننے کے بعد کانگریس کے ہم نوا مسلم اکابرین تو ملتے ہیں مگر پنجاب میں سوائے ایک ہندو پرنسپل چھبیل داس اور دو سکھوں میں سردار تیجا سنگھ سوتنتر، ایس پی سنگھ اور سردار گیانی ہری سنگھ ایسے افراد تھے جنھوں نے مسلم لیگ کی حمایت کی جن میں سے دو کو لاہور میں قتل کر دیا گیا۔ تیجا سنگھ سوتنتر کو ان کے ہم خیال مسلمانوں نے پاکستان چھوڑنے پر مجبور کیا جبکہ گیانی ہری سنگھ کو امرتسر چھوڑ کر پاکستان پہنچنا پڑا۔ باقی ہندوستان میں ایک بھی ہندو ایسا نہیں ملتا جو مسلم لیگ کا ہم خیال ہو۔

۳۰

قائدِاعظم، لیاقت علی خان اور دوسرے لیڈران کرام اپنی عظمت، سیاسی بلوغت اور منطقی دلائل اور استقامت کی وجہ سے تحریکِ پاکستان کے ستون ہیں لیکن جن لوگوں نے پشاور سے لے کر راس کماری تک، اور کوئٹہ سے لے کر چٹاگانگ تک مسلم بیداری کے لئے بھاگ دوڑ کر کے مسلم اِنڈیا میں پاکستان کے قیام کو ممکن بنانے والوں میں مولانا عبدالحامد بدایونی ایسے لوگ ہی تھے جنھوں نے قائدِاعظم کی قیادت میں مسلم اُمّہ کے ادھورے خواب کو شرمندۂ تعبیر کیا۔ اور آج ہم بھی اور بنگلہ دیش کے مسلمان بھی اپنی صوابدید پر جیون بنانے میں خود مختار اور آزاد ہیں۔

۳۱

آغازِ کار میں تو بھارت نے قیامِ پاکستان کو اِس لئے منظور کر لیا کہ مسلم اِنڈیا کے مسلمان اِس قدر پسماندہ اور بے بہرہ ہیں کہ یہ نئی مملکت کو نہیں چلا سکیں گے اور مجبور ہو کر گھٹنے ٹیکیں گے، لیکن مسلم عوام نے ایثار سے ہندو کے ارادے خاک میں ملا دیئے۔ مگر وہ مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنانے میں کامیاب تو ہو گیا، مگر بنگلہ دیش سے مسلم تشخص کو ختم نہیں کر سکا۔ اور آریہ ورش دو مسلم مملکتوں کے درمیان میں پھنسا ہوُا ہے، جن میں کنفیڈریشن کے قیام کے آثار دکھائی دے رہے ہیں کیونکہ بنگلہ دیش اور پاکستان ایک ہی قوم ہے جو دو ملکوں پر مشتمل ہے۔

اِس منزل پر پہنچنے کے لئے مولانا بدایونی ایسے راہنماؤں کی ضرورت شدّت سے محسوس ہو رہی ہے جو اکیسویں صدی میں مسلم پاکستان کو ایک مسلم ریاست میں تبدیل کریں جو انتشار اور فرقہ پرستی سے پاک، ایسی سرزمین ہو جو جاگیردارانہ اندھی اور جارحانہ سرمایہ داری سے پاک، صحیح معنوں میں مسلم ویلفیئر اسٹیٹ ہو جو ہر قسم کے استحصال سے پاک ہو۔

وسائل، ذہانت، علم و دانش کے حوالہ سے مالا مال، یقیناً پاکستان ہی وہ واحد مسلم ریاست ہے جو ۲۱ ویں صدی میں قوموں کی امامت کا کردار ادا کر سکتی ہے۔ اور یقیناً پاکستان اِسی لئے معرضِ وجود میں آیا تھا۔

۳۲

ظہور الدین خان، شکریہ کے مستحق ہیں کہ پاکستان میں وہ ایسے لٹریچر کی اشاعت کے لئے تیار بر تیار رہتے ہیں، جس سے قومی شناخت بھی ہوتی ہے اور مسلم اِنڈیا میں ہندو کی کانگریس کے روپ میں مسلمانوں کے خلاف ہونے والی سازشوں سے آگاہی بھی ملتی ہے کیونکہ اپنے ماضی اور اپنے اکابرین کے کارناموں

کے بارے میں آگاہی حاصل کر کے ہی کوئی قوم اپنے مستقبل کو سنوار سکتی ہے۔

حکومتِ پاکستان کی یہ ذمّہ داری ہے کہ پاکستان شناسی کے حوالہ سے بھی جس قدر کتابیں طبع ہوئیں انہیں بار بار شائع کرنا چاہیئے تاکہ قیامِ پاکستان سے پہلے اس نئی مملکت کے لئے کی جانے والی فکری جدوجہد سے ہر پاکستانی پوری طرح آگاہ ہو سکے۔

سیّد سبط الحسن ضیغم
آلو مہار شریف ہاؤس
۴۹۔کوثر بلاک اعوان ٹاؤن
ملتان روڈ، لاہور

۱۴۔اگست ۲۰۰۰ء

ترانۂ پاکستان

خلاق جہاں کے بے پایاں احسان سے پاکستان ملا

مسلم کی دعائیں تھے شاید پنہاں آثار اجابت کے
بر آئیں اُمیدیں اُمت کی ارماں ہوئے پورے ملت کے
خلاق جہاں کے بے پایاں احسان سے پاکستان ملا

اللہ نے اپنی بخشش سے مسلم کو جہاں بانی بخشی
زندانِ جفا سے آزادی ملت کو باآسانی بخشی
خلاق جہاں کے بے پایاں احسان سے پاکستان ملا

ابنائے وطن کی ہر کوشش بیکار گئی ناکام ہوئی
ہر کانگرسی خفیہ سازش ہر وقت شکستہ انجام ہوئی
خلاق جہاں کے بے پایاں احسان سے پاکستان ملا

مسرور ہے اسلامی دنیا اغیار میں برپا ماتم ہے
آمادۂ جنگ ہیں اہلِ وطن در پردہ ہزیمت کا غم ہے
خلاق جہاں کے بے پایاں احسان سے پاکستان ملا

اعلان یہ مسلم لیگ کا تھا ہم لیکے رہیں گے پاکستان
تقسیم نہ ہوگا ہندوستاں کہتا ہی رہا ہندو ہر آن
قسامِ ازل کے بے پایاں احسان سے پاکستان ملا

تھی قائدِ اعظم کی جانب محبوب خدا کی خاص نظر
پھر ان کو حسین و بدر سے دی مولا نے نوید فتح و ظفر
خلاق جہاں کے بے پایاں احسان سے پاکستان ملا

تشکیلِ خلافت کا ساماں یارب ہو دوبارہ پاکستاں
ملت کے ہلالی پرچم کا چمکائے ستارہ پاکستاں
خلاق جہاں کے بے پایاں احسان سے پاکستان ملا

اقبال سکندر عمر خضر دے قائدِ اعظم کو یارب
محفوظ رہیں ہندوستان میں اللہ کرے ہم مسلم سب
خلاق جہاں کو بے پایاں احسان سے پاکستان ملا

قربان عطائے شاہِ امم کس شان سے پاکستان ملا

دنیا نے کرشمے دیکھ لئے بے پردہ خدا کی قدرت کے
ہم ہند میں آخر ہو کے رہے مالک آزاد حکومت کے
قربان عطائے شاہِ امم کس شان سے پاکستان ملا

دی فتح مبیں کی خوشخبری تقویتِ روحانی بخشی
پھر ہند کا تخت و تاج دیا پھر ہند کی سلطانی بخشی
قربان عطائے شاہِ اُمم کس شان سے پاکستان ملا

دنیا کی نظر میں گاندھی کی قومی مجلس بدنام ہوئی
قائم جو ہوئی ہندوستاں میں پھر سلطنتِ اسلام ہوئی
قربان عطائے شاہِ امم کس شان سے پاکستان ملا

ہر مشرک شعلہ بداماں ہے ہر کافر نذرِ جہنم ہے
اس بات پہ لیکن ہر مسلم مائل بطرب ہے خورم ہے
قربان عطائے شاہِ امم کس شان سے پاکستان ملا

تقسیم میں ہند کی مضمر تھا آزادیٔ ہند کا ہر ساماں
مسلم نے بالآخر جیت لیا اعدائے وطن سے یہ میداں
قربان عطائے شاہِ امم کس شان سے پاکستان ملا

پہلے تو بنایا خود دشمن نے امت کا انھیں اپنی رہبر
کیوں آج نہ یہ نغمہ گائیں عشاق نبی سب مل مل کر
قربان عطائے شاہِ امم کس شان سے پاکستان ملا

قائم رہے رونق دنیا تک دنیا میں ہمارا پاکستاں
گلبانگ حکومت بجنے کرے ہم پہ اشارہ پاکستان
قربان مدینے والے کے کس شان سے پاکستان ملا

یہ سلطنتِ پاکستان ہو دست گرۂ سلطانِ عرب
مذہب کی بقا کی مانگیں دعا گا گا کے یہ نغمہ اہلِ طرب
قربان عطائے شاہِ دو عالم کس شان سے پاکستان ملا

شاعر خصوصی

ماہنامہ آستانہ دہلی مطبوعہ اگست ۱۹۴۷ء

غ

تقریب

حضرت مولانا محمد عبدالحامد بدایونی مرحوم تحریکِ پاکستان کی عظیم جدوجہد کے صفِ اول کے قائدین میں سے تھے، قوم کے لئے آپ کی بے پایاں خدمات ہیں۔ گو ہم حصولِ پاکستان کے بعد اپنے بے غرض اور بے بدل قائدین کو بھلا چکے ہیں، ان کی خدماتِ جلیلہ ہماری قومی تاریخ کا جلی حروف سے لکھا جانے والا باب ہے۔

اگر ہم تحریکِ پاکستان کا ناقدانہ جائزہ لیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ہندو جو ہزار سال تک مسلمانوں کا محکوم رہا جس سے اس دَور میں فیاضانہ سلوک کیا جاتا رہا، ان کے مندروں، عبادت گاہوں کا تقدس ملحوظ رکھا گیا بلکہ ان کے لئے وظائف بھی مقرر تھے، مسلمانوں نے کبھی بھی ان سے درجہ دوم کا سلوک نہیں کیا اور نہ ہی ہزار سالوں پر محیط اِسلامی حکومت میں ان کے مذہب یا عقیدے پر کسی قسم کا دباؤ ڈالا گیا اور نہ ہی اُن کو زبردستی ان کے مذہب اور عقیدے سے منحرف کرنے کی کوئی کوشش کی گئی۔ اس کی زندہ مثال یہ ہے کہ مسلمان حکمرانوں نے اگر ایسا کوئی عمل کیا ہوتا تو آج وہ علاقے یعنی پایہ تخت دہلی، آگرہ، حیدر آباد دکن وغیرہ ہندو اکثریت میں نہ ہوتے، وہاں مسلمانوں کی اکثریت ہوتی۔ مسلمانوں نے ہمیشہ ہندوؤں سے فیاضانہ سلوک روا رکھا۔ مغل دور میں راجہ مان سنگھ، اِسلامی افواج ہند کا کمانڈر تھا۔ دوسرے بے شمار ہندو ریاستیں اِس امر کی شاہد ہیں کہ مسلمانوں نے اپنے دَورِ حکومت میں کبھی جبر، جور، زیادتی نہیں کی۔ عمّالِ حکومت میں وزیر، دیوان وغیرہ بھی اکثر ہندو ہوا کرتے تھے، ان کو بڑی بڑی جاگیریں دی گئیں اور انعامات و خطابات سے نوازا گیا۔ اگر مسلمانوں کے دَور میں وہ چاہتے تو ریاست پٹیالہ، نابھہ، جیند، مالیر کوٹلہ، کپور تھلہ، بیکانیر وغیرہ پر بزور شمشیر قبضہ کرکے ہندو

حکمرانوں کو ختم کر دیا جاتا، لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ یہ ہندُو ہی ہے جس کے مکان
عبادت گاہیں وغیرہ نہایت تنگ و تاریک ہوتی ہیں ان کے دلوں کی طرح ۔ اہلِ ہنود
کسی طرح بھی دوسرے مذہب، دین اور قوم کو کبھی برداشت نہیں کرتے، وہ صِرف
"رام راج" چاہتا ہے، یہ ہی اس کے دانشوروں، فلسفیوں، مذہبی راہبوں کا فلسفہ
ہے، سوچ ہے۔ ہم دیکھتے ہیں، ہندُو نے بدھ مذہب تک کو برداشت نہ کیا جب کہ
بُدھ مت کا اجراء ہندوستان سے ہُوا، اس کے ماننے والے بھی ہندو تھے۔ جب
مغرب سے محمد بن قاسم (ف ۹۵ھ / ۷۱۴ء) برِّعظیم پر چند مسلمان خواتین کی فریاد پر
۷۱۲ء میں حملہ آور ہوا تو دیبل کے مشہور قلعہ کی فتح کا راز محمدؒ بن قاسم کو ایک
بُدھ مذہب کے ماننے والے شخص نے بتایا تھا کہ جو ہندُو کی تنگ نظری اور تعصب
کا شکار تھا۔ ہندُو حکومتوں میں ہر کسی غیرمذہب کو گلے میں ایک تختی ڈال کر رکھنا
پڑتی تھی جس سے اس کا اظہار ہو کہ یہ ہندُو دھرم سے تعلق نہیں رکھتا، ان کے
ساتھ ملازمتوں، سرکاری عہدوں میں امتیاز برتا جاتا تھا۔ یہ تعصب اور تنگ نظری
ہزاروں سال گزر جانے کے باوجود بدستور چلی آتی ہے۔ ہندو، یہودیوں کی طرح
ایک نسل پرست قوم ہے جو کسی دوسرے مذہب یا نظریہ کے ماننے والے کو
برداشت ہی نہیں کرتے، مسلمانوں کو یہ ملیچھ (ناپاک) اور بدیسی کہتے ہیں، ان کا
تصور ہے کہ مسلمان عرب سے آئے ہیں وہ واپس عرب چلے جائیں ورنہ انہیں
سمندر میں غرق کر دیا جائے گا۔ اور جو ہندو، مسلمان ہو چکے ہیں وہ واپس ہندو
دھرم میں آ جائیں ورنہ انہیں ختم کر دیا جائے گا۔ ہندُو اپنے ہم قوم ہندوؤں کو
ہندُو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اچھوت جو کہ ہندُو دھرم رکھتے ہیں ان کے
اسکول، مندر، کنویں علیٰحدہ ہیں، ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھ نہیں سکتے۔ ان کی
بستیاں کی بستیاں اجاڑ دی گئیں۔ غرض ہندو، غیرہندو کو برداشت ہی نہیں کرتا۔ غیر

ہندوؤں کو ہندو "کالی دیوی" پر لے جا کر قربان کرتے ہیں، ان کے خون سے ہولی کھیلی جاتی ہے۔ برِعظیم میں ہندو مسلم آویزش شہاب الدین محمدؒ غوری (ف ۶۰۲ھ / ۱۲۰۶ء) کے دَور سے بھی بہت پہلے سے چلی آ رہی ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بو لہبی
(اقبالؒ)

شہاب الدین محمدؒ غوری وہ پہلا مسلمان حکمران تھا جس نے ہندو مسلم آویزش کو ختم کرنے کے لئے بارہویں صدی عیسوی میں مشورہ دیا تھا کہ آؤ ہندوستان کو تقسیم کر لیں، مسلمانوں کو کراچی سے سرہند تک کا علاقہ دے دو اور بقایا ہندوستان تم لے لو، مگر ہندو راجہ اپنے تکبر اور طاقت کے زعم میں نہ مانا۔ بالآخر تمام برِعظیم مسلمانوں کے زیرِ نگیں آ گیا۔ بعد ازاں کیا ہوا، یہ ایک طویل کہانی ہے۔ برِعظیم میں بہت سے مسلمان حکمران آئے۔ غوری، خلجی، تغلق، مغل، سوری، لیکن کسی نے بھی اسلامی تشخص کو نہ چھوڑا اس کو بدستور قائم دائم رکھا۔ مغل حکومت کے زوال پر برِعظیم پر فرنگی جبروت نے اپنے پنجے گاڑ دیئے، تاجر کے روپ میں آنے والے یہ تاجور بن گئے۔ ہندو کو بظاہر کسی ہمدم کی ضرورت تھی جو ان کی مسلمانوں سے خلاصی کرائے۔ اس لئے ہندو نے انگریز کو خوش آمدید کہا۔ دونوں ہم پیشہ تاجر تھے، دونوں مسلمانوں کے دشمن تھے۔

چنانچہ یہ دوستی لارڈ کلائیو سے چل کر ہوتی ہوئی لارڈ ماؤنٹ بیٹن تک جا پہنچی۔ انگریز نے اپنے جانشین کے طور پر کشمیر سے نہرو خاندان کو منگوایا، اس کی سرپرستی کی، ہر قسم کی امداد دی، معاونت کی۔ اس طرح انگریز نے پہلے ہی سوچ لیا تھا کہ جب وہ برِعظیم سے رخصت ہو گا تو اس کا جانشین ہندو کو بنائے گا۔ اللہ کریم کو اپنے محبوب ﷺ کی امت پر رحم آیا۔ چنانچہ انیسویں صدی میں مسلمان ایک مغلوب، بے آسرا،

بے یار و مددگار قوم کی شکستہ ناؤ کو کنارے لگانے کے لئے بے شمار قائدین اور راہبر پیدا ہوئے۔ سرسید احمد خان، نواب سلیم اللہ خان، نواب وقار الملک، نواب محسن الملک، نواب لیاقت علی خان، علامہ اقبال اور حضرتِ قائدِاعظم ــــــــ جنہوں نے مسلمانان برِعظیم پاک و ہند کی ڈولتی اور ڈوبتی نیا کو پار لگایا۔ برِعظیم میں پہلے الیکشن ۱۹۳۵ء میں ہوئے، اس میں ہندوؤں نے جو تعداد میں مسلمانوں سے تین گنا زیادہ تھے، بڑی کامیابی حاصل کی۔ مسلمانوں کے اپنے ہندوؤں کے ہمنوا تھے جو متحدہ قومیت کے فریب کا شکار تھے۔ اس اکثریت کو حاصل کر لینے کے بعد پنڈت نہرو نے نعرہ لگایا کہ ہندوستان میں صرف دو طاقتیں ہیں کانگریس اور حکومت برطانیہ؟ ــــــــ اس ڈینگ پر کسی نے اس کا جواب نہ دیا جب کہ اس وقت امام الہند مولانا آزاد، حسین احمد مدنی، علامہ مشرقی وغیرہ بھی موجود تھے۔ اس کا منہ توڑ جواب صرف ایک مرد مومن حضرتِ قائدِاعظم نے ملا بار ہِل سے دیا کہ یہاں ایک تیسری طاقت بھی ہے وہ ہے مسلم لیگ، جو مسلمانانِ ہند کی واحد نمائندہ ہے۔ ہندو کانگریس نے اکثریت حاصل کرکے چھ صوبوں میں اپنی حکومت بنا لی۔ اس کے بعد مسلمانوں پر ایسے ایسے مظالم ہوئے کہ چشمِ فلک حیران رہ گیا مگر مسلمانوں کے نام نہاد لیڈر جو ہندو کے وظیفہ خوار تھے، ان مظالم پر خاموش رہے۔ آخر مسلم لیگ نے اس پر زبردست احتجاج کیا۔ "پیر پور کمیشن رپورٹ"، "شریف پور رپورٹ"، "فضل الحق رپورٹ"، "حکیم اسرار احمد رپورٹ"، "عزیز الحق رپورٹ" اور اس دور کے دیگر مسلمان زعماء کی مطبوعہ تحریریں ان مظالم کی منہ بولتی داستانیں ہیں۔

مسلمانوں کو ہندو بنانے کی تحریک شروع کی گئی، شدھی اور سنگھٹن کے نام سے ترکِ موالات کی تحریک شروع کی گئی جو ہندو کے وظیفہ خوار لیڈروں نے کانگریس اور گاندھی کے ایماء پر شروع کی تھی، بہت سے مسلمان اپنے گھر بار، کاروبار، ملازمتیں

چھوڑ کر افغانستان ہجرت کر گئے۔ قائداعظم نے اس کی مخالفت کی، لیکن مسلمانوں کو بعد میں سمجھ آئی۔ اِس طرح اِس خلا اور انخلاء سے ہندوؤں نے خوب فائدہ اٹھایا۔ ان ہی دنوں میں ہندوؤں کے ہمنوا اور کانگریس کے نمک خواروں نے کہا کہ "ہم پہلے ہندوستانی ہیں بعد میں مسلمان ہیں۔" جب کہ مسلمان جیّد زعماء اور قائدین کا تصور تھا کہ "ہم پہلے مسلمان ہیں بعد میں ہندوستانی وغیرہ۔" اس پر علمائے سو نے ایک تنظیم ہندو کانگریس کی شہ پر "جمعیّتُ العُلَمَائے ہند" کے نام سے بنائی۔ ہندو اکھنڈ بھارت اور رام راج قائم کرنا چاہتا تھا جب کہ حضرتِ قائدِاعظم اور دیگر مسلمان زعماء نے نعرہ لگایا کہ ہماری تہذیبی روایات، مذہبی معتقدات اور سماجی تصورات منفرد اور جدا ہیں اس لئے ہم جدا قوم ہیں۔ چنانچہ قائدِاعظم نے فرمایا، اِس لئے ہماری ایک جداگانہ مملکت بھی ہونی چاہیئے جہاں ہم اپنے تصورات کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ چنانچہ سینکڑوں سالہ آویزش، مسلم کشی اور مسلم دشمنی کے زیرِ اثر مسلمان علیحدگی پر ڈٹ گئے اور حضرت قائداعظم کی ولولہ انگیز قیادت میں ایک علیحدہ وطن اللہ کریم نے ہمیں عطا کر دیا۔ اب دن رات ہمارے ہیں، اپنی حکومت ہے، اپنی افواج ہے، اپنا سب کچھ ہے۔

یہاں ہم مولانا محمد عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی خدماتِ جلیلہ کو تہِ دل سے خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں کہ موصوف نے قیامِ پاکستان کے لئے اپنا سب کچھ یہ جانتے ہوئے قربان کر دیا کہ ان کا خطہ زمین "یو پی" پاکستان کا حِصّہ نہیں بنے گا۔ وہ پوری مسلمان قوم کی فلاح و بہتری کے لئے ہزاروں لاکھوں مسلمان بھائیوں کی طرح عظیم قربانی دے کر امر ہو گئے اور تاریخ میں اپنا نام روشن کر گئے۔ اِس کتابچہ کے مطالعہ سے ہم کو معلوم ہو گا کہ اگر پاکستان حاصل نہ کیا جاتا تو ہندو تنگ نظر سفاک، ظالم کے کیا عزائم تھے۔ اِس کی حقیقی تصویر کشمیر میں دیکھی جا سکتی ہے۔ ہندو نے سکھوں سے کیا سلوک کیا اور اب عیسائی اقلیت کے ساتھ کیا رہے ہیں۔ یہ لمحہ فکریہ ہے۔ ہمیں تمام

اختلافات، تعصبات، فرقہ واریت بھلا کر تعمیر پاکستان کے لئے سعی کرنا چاہیئے۔

رہے گا راوی و نیل و فرات میں کب تک؟
تیرا سفینہ کہ ہے بحر بیکراں کے لئے

(اقبالؒ)

میرے محترم مہربان ظہور الدین خان صاحب ایک درد مند دل رکھتے ہیں اور تعمیرِ پاکستان کے جذبوں سے سرشار ہیں، ان کی یہ کاوش تاریخ تحریکِ پاکستان میں ایک مفید اور معلوماتی اضافہ ثابت ہو گی۔ ہندو کا وہ چہرہ جو اس نے بین الاقوامی سوانگ میں لادینی ریاست کے نام کی چادر میں چھپا رکھا ہے، ظاہر ہو گا۔ دنیا چانکیہ کے چیلوں کی شقاوت اور تعصب سے واقف ہو گی۔ بھارت تمام مشرقِ وسطیٰ، مشرق بعید وغیرہ پر اپنا تسلط قائم کرنے کے خواب دیکھ رہا ہے، یہ خواب اِن شاء اللہ کبھی پورا نہیں ہو گا۔ حضرت قائداعظم نے ۱۹۴۷ء میں قاہرہ میں مسلمان زعماء کے سامنے یہ بات بتا دی تھی کہ پاکستان کے قیام سے اکھنڈ بھارت کا خواب پریشان ہو چکا ہے۔ بھارت ہر صورت پاکستان کو زیر کرکے (نعوذ باللہ) مشرقِ وسطیٰ پر قابض ہونے کے خواب دیکھ رہا ہے۔ مسلمان ہوشیار باش!

ولی مظہر ایڈووکیٹ
تحریک پاکستان گولڈ میڈل یافتہ
۱۹۹۰ء
۴۱۔ اے گلگشت کالونی ملتان

۷۔ اکتوبر ۱۹۹۹ء

بسمہٖ تعالیٰ

مرقع کانگریس

یعنی

کانگریس کے دورِ حکومت میں مسلمانانِ صوبہ متحدہ پر مظالم کی داستان

مرتبہ

حضرت الحاج مولٰنا عبدالحامد صاحب قادری بدایونی رکن آل انڈیا مسلم لیگ

ناشر

محمد عابد القادری البدایونی ناظم دار التصنیف مولوی محلہ بدایوں یوپی

مطبوعہ

جید برقی پریس دھلی

قیمت چار آنے (۴ر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

ہندو کانگریس کے لیڈروں کی ذہنیت کا اگر تاریخی طور پر مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت بخوبی ظاہر ہو جاتی ہے کہ کانگریس کے ہندو لیڈروں کے پیش نظر صرف ایک ہی چیز تھی۔ یعنی جس طرح ممکن ہو مسلمانوں کو اتنا کمزور کر دیا جائے کہ وہ سر ہی نہ اُٹھا سکیں، بلکہ اس ملک میں اچھوتوں کی طرح ہندوؤں کے ماتحت ہو کر زندگی گذاریں، اس غرض کے لیے انگریزوں سے تعاون کیا گیا۔ انگریز بھی اس سیاست کو اپنے لیے مفید سمجھتے تھے۔ لہٰذا انھوں نے پوری طرح ہندو قوم کی پشت پناہی کی۔ آہستہ آہستہ ہندو قوم انگریزوں کی امداد سے منظم ہوتی رہی۔ تعلیمی اور مالی ترقیوں پر پہونچ جانیکے بعد کانگریس کے ہندو لیڈروں نے اصلاحات کا مطالبہ کیا، جس کا بعد میں سوراج نام رکھ دیا گیا اور دنیا کو پریس اور ریڈیو کے ذریعے یہ باور کرایا گیا کہ ہم ہندوستان کی مکمل آزادی چاہتے ہیں۔ مناسب ہوگا کہ یہاں ہندو لیڈروں کے سابقہ اقوال و بیانات اور پھر کانگریسی حکومت کے زمانہ میں جو مظالم مسلمانوں پر ہوئے انھیں علیحدہ علیحدہ عنوانات کے ماتحت پیش کر دیا جائے، تاکہ ہر شخص کی سمجھ میں آجائے کہ آج جو کچھ ہو رہا ہے وہ قدیم جذبات کے ماتحت ہے اور "سوراج" فی الحقیقت انگریزی طاقت کے سائے میں مسلمانوں پر حکومت کرنے کے مترادف ہے۔

---

(۱) **ہندو تہذیب اور سوامی ستیہ دیو** | سوامی ستیہ دیو آریوں کے مشہور لیڈر اور کانگریس کے پرانے کارکن اپنی تقریر میں فرماتے ہیں:۔

"اگر بھارت میں سوراجیہ ہو سکتا ہے تو صرف ہندو تہذیب کے ذریعہ ہو سکتا ہے اس ملک کی چپہ چپہ زمین بتاتی ہے کہ اس ملک میں ہندو تہذیب ہو"

یہی سوامی جی دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

"دہرم کے لحاظ سے یہ عین ضروری ہے کہ قرآن کی تعلیم اقوام عالم سے نابود کر دیجائے اور اسکی جگہ راشٹر دہرم کی تعلیم مسلمانوں کو دی جائے (اخبار تیج مورخہ ۲۰ جون ۱۹۲۴ء)

صوبہ متوسط میں تقریر کرتے ہوئے سوامی جی ارشاد فرماتے ہیں:۔

"ہندوؤ سنگھٹن کرو اور مضبوط بنو۔ اس دنیا میں طاقت کی پوجا ہوتی ہے جب تم مضبوط ہو جاؤ گے تو یہی مسلمان خواہ مخواہ تمہارے قدموں پر اپنا سر جھکا دینگے"

لالہ ہردیال اور اسلام | لالہ ہردیال ایم اے جنکو ایک وقت میں ہندوستان کا تاج پہنانا پسند کیا جاتا تھا اپنے بیان میں کہتے ہیں:۔

"جب تک پنجاب اور ہندوستان بدیشی مذہبوں (یعنی) اسلام اور عیسائیت سے پاک نہ ہوگا۔ تب تک چین سے سونا نصیب نہ ہوگا۔ اسلام کی بدولت بلوے فساد ہونگے بیس فیصدی کوئی ملک اسلام کے روڑے کو برداشت نہیں کر سکتا"

(ہندو راج کے منصوبے مطبوعہ پنجاب)

ہندوستان ہندوؤں کا ہے مسلمان بغیر حقوق طلب کئے ہمارا ساتھ دیں | ڈاکٹر مونجے فرماتے ہیں۔ "جس طرح انگلستان انگریزوں کا ہے اور فرانس فرانسیسیوں کا اور جرمن جرمنوں کا اسی طرح ہندوستان ہندوؤں کا ہے اگر مسلمان کسی سودے اور لین دین کے بغیر اشتراک کرنا چاہتے ہیں تو ہندو انکے دوش بدوش آگے بڑھینگے

ورنہ ہندوؤں کو تیار رہنا چاہیئے کہ وہ آزادی کی جنگ میں بغیر کسی قوم کی مدد کے لڑیں۔

سوراج ملنے پر ہندوؤں کے فیصلہ کو ماننا پڑیگا

لالہ ہردیال نے اپنے بیان میں کہا ہے:- "آج کل کے ہندی مسلمان تو محض جملہ معترضہ ہیں انکا یہی مستقبل ہے کہ آہستہ آہستہ شدھی کے ذریعہ دوبارہ ہندو قوم کے اندر شامل ہوجائیں جب ہندو سنگٹھن کی طاقت سے سوراجیہ لینے کا وقت قریب آئے گا تو جو ہماری پالیسی ہوگی اسکا اعلان کردیا جائیگا، اُسوقت سمجھوتہ کی ضرورت نہ ہوگی، بلکہ ہندو مہاسبھا اپنے فیصلہ کا اعلان کردیگی۔"

مساجد کے سامنے باجہ کی تحریک اور مسٹر تلک کی ذہنیت!

رولٹ کمیٹی کی رپورٹ میں جہاں گنپتی، اور سیواجی کی یادگار میں جلوسوں کا ذکر ہے وہیں یہ بھی تحریر ہے کہ "تلک نے گنپتی اور سیوا کے میلہ اور مسجدوں کے سامنے باجہ بجانے کی بنیاد ڈالی، ورنہ اسکے پہلے کبھی مسجدوں کے سامنے باجہ نہیں بجایا جاتا تھا۔"

اِن دونوں میلوں میں جو اشلوک پڑھے جاتے تھے اُنکا خلاصہ یہ ہے:-

"بد طینت لوگ قصابیوں کی مانند جلادوں کی طرح گایوں اور بچھڑوں کو ذبح کرتے ہیں۔ اُٹھو اور گائے کی مدد کرو۔"

۱۲ رجون ۱۸۹۷ء کو ایک جلسہ مسٹر تلک کی موجودگی میں ہوا جسمیں سیواجی کے حالات پر تقریریں کی گئیں۔ اور حسب ذیل ریمارک تلک جی نے دیئے:-

"سوال یہ ہے کہ کیا سیواجی نے افضل خاں کو قتل کرنے میں کوئی پاپ کیا تھا۔ اسکا حال مہابھارت کے اوراق سے ملجاتا ہے، بھگوان کرشن کا صاف اپدیش ہے، کہ نشکام کرتے ہوئے بیشک اپنے گرو اور رشتہ دار تک کو ہلاک کردو تم پر کوئی الزام عائد نہیں ہوسکے گا۔ افضل خاں کے قتل میں سیواجی کی اغراض پوشیدہ نہ تھیں اُسنے جو کچھ کیا رفاہ عام کے لیئے کیا اسلیئے اُسکے قتل کو گناہ نہیں کہا جاسکتا" (ماخوذاز رولٹ کمیٹی رپورٹ)

گئوکشی کا انسداد ہر ہندو کا فرض ہے
مسٹر گاندھی کا بیان !

ماخوذ از اخبار اسٹیٹسمین مورخہ ۹ مارچ ۱۹۱۸ء
"یہ خیال نکرنا چاہیئے کہ یوروپین کے لئے گئے کشی جاری رہنے کی بابتہ ہندو کچھ بھی محسوس نہیں کرتے ہیں، میں جانتا ہوں کہ انکا غصہ اُس قوت کے نیچے دبا ہوا ہے جو انگریزی عمل داری نے پیدا کر دیا ہے مگر ایک ہندو بھی ہندوستان کے طول وعرض میں ایسا نہیں ہے جو ایک دن اپنی سرزمین کو گاؤکشی سے آزاد کرانے کی امید نرکھتا ہو، ہندو مذہب کو جیسا کہ میں جانتا ہوں اس کی روح کے خلاف ہے کہ عیسائی یا مسلمان کو بزور شمشیر گاؤکشی چھوڑنے پر مجبور کرنے سے اغماض کر یگا۔"

یہی گاندھی جی لاہور کے بوچڑ خانہ کی تعمیر کے وقت دلیش بندھو گپتا کو تار دیتے ہیں : ۔
"میں یقیناً لاہور چھاؤنی میں بوچڑ خانوں کے خلاف ہوں جیسا کہ دوسرے بوچڑ خانوں کے خلاف ہوں"

گاندھی جی کے نزدیک سوراج کے معنے

"میں سوراج کے کتنے ہی معنی بتاؤں مگر میرے نزدیک سوراج کے صرف ایک ہی معنیٰ ہیں یعنی رام راج ۔"

پنڈت جواہر لال نہرو اور گاؤکشی کا انسداد

گاندھی جی کی طرح پنڈت جواہر لال نے لاہور کے بوچڑ خانہ کے معاملہ میں حسب ذیل تار دیا : ۔
"میں بوچڑ خانوں کو پسند نہیں کرتا ۔ اور اسکے قریب جاتا ہوا گھبراتا ہوں جو لوگ بوچڑ خانوں سے وحشت زدہ ہوتے ہیں اُن کی حمایت کرتا ہوں۔"

پنجاب کانگریس کمیٹی کے صدر کا بیان

"کانگریس گوارہ نہیں کرسکتی کہ کسی جماعت کے مذہبی حسیات میں ٹھیس لگے ۔ کیونکہ یہ بات مصدقہ ہے کہ ہندوؤں کے لیئے گائے واجب الاحترام ہے ۔ اسلیئے کانگریس برداشت نہیں کرسکتی کہ کھلے بندوں ایسا کام جاری ہو ۔ جس سے ہندوؤں کو نقصان پہنچے ۔"

مدراس اسمبلی میں گاؤکشی کے انسداد کی تجویز

مدراس کی اسمبلی میں جو نوٹس

دیا گیا اسکا مفہوم یہ تھا :۔

"ہر وہ شخص جو گائے یا بچھڑے کو ذبح کرے یا ذبح کرنے کی ترغیب دے وہ مجرم ہوگا اس

جرم کی سزا پچاس روپیہ جرمانہ یا پندرہ دن قید محض ہوگی۔

آریوں کی تحریک ستیہ گرہ میں اسلام کے خلاف بکواس!

حیدر آباد دکن کے خلاف جو تحریک ستیہ گرہ شروع کی گئی۔ جس کی تائید وحمایت میں گاندھی جی اور پنڈت جواہر لال نہرو نے اپنا تمام زور صرف کر دیا۔ اسکے دوران میں ہندوستان کے عام مسلمانوں اور اُنکے مقدس مذہب کے متعلق جو کچھ کہا اور لکھا گیا اُسکے چند اقتباسات ہندو ذہنیت کا مُرقع ہیں :۔

فروری ۱۹۳۸ء میں راما سوامی نے گلبرگہ کے مقام پر تقریر کرتے ہوئے یہ کہا :۔

(۱) "مسلمانوں سے کہنا چاہیئے کہ اپنے وطن عرب واپس جائیں اور وہاں جاکر ریت پھانکیں

(۲) مسلمانوں کا کلمہ جھوٹا ہے (رامچندر دہلوی منقول از کتاب آریہ سماج کی تحریک صـ)

(۳) ہندوؤں کو چاہیئے کہ اپنے دشمن مسلمانوں کو کچل ڈالیں (نرینددر پرشاد سکسینہ کی تقریر ۲۴ فروری ۳۷ء) (۴) اسلام کی صداقت کا ڈھنڈورا پیٹنے والو اپنی آنکھیں کھولو اور تمہارے مذہب کے شیطانی اصولوں کا عریاں رقص دیکھو" (ویدک سندیش ممبئی ۲۸؍۱۰)

آریہ سماجیوں کے گیتوں اور بھجنوں کے اقتباسات

(۱) ہم محمد کے پیروؤں کو ایک لات مار کر ختم کردینگے۔ (۲) بہادر آریہ گاؤں میں گھومتے پھرتے ہیں تو مسلمان سؤر گلی کوچوں میں چھپ جاتے ہیں (۳) مجھے مدینہ بلالو یہ کیا دُعا ہے ؟ اے مسلمانو! مدینہ میں کیا رکھا ہے اگر تم وہاں جانے کے خواہشمند ہو تو تمہیں ایسا کرنے سے کون روکتا ہے اپنا بوریہ بستر لپیٹ کر جلد دفع ہو جانے کی ضرورت نہیں۔"

(منقول از کتاب آریہ سماج کی تحریک)

ہم نے جو مذکورہ بالا اقوال اور حوالہ جات پیش کیے ہیں ان کو سامنے رکھتے ہوئے آج کل کے کانگرسی لیڈروں کے اقوال اور طرزِ عمل کا اگر مقابلہ کیا جائے تو یہ نتیجہ نکل آئیگا، کہ اقلیت کے صوبہ جات والے مسلمانوں پر جو مظالم ہوئے وہ قدیم ہندو ذہنیت کے ماتحت ہوئے اب ہم تمہیدی حصّے کے بعد اپنے صوبۂ متحدہ کے خاص خاص اضلاع کے حالات پیش کرتے ہیں۔ اور ہر منصف مزاج سے اپیل کرینگے، کہ وہ ان حوادث پر غور کرنے کے بعد فیصلہ کرے کہ مدعیانِ عدم تشدد نے مسلمانوں پر جو بے پناہ مظالم کیے اور جنکا تدارک کانگرسی حکومت نے نہیں کیا، ان کو سامنے رکھ کر اگر مسلمان کانگریس کے ساتھ بغیر کسی معقول اور مساویانہ سمجھوتہ کے شریک نہیں ہونا چاہیے تو مسلمانوں کا یہ رویّہ کہاں تک صحیح یا غلط ہے۔

مسلمانوں کے مذہبی شعائر میں مداخلت اور کانگرسی حکومت کا مکروہ طرزِ عمل

میلہ دوری کے نام سے ضلع بلیا میں شہر کے قریب ہی میونسپلٹی کے زیر اہتمام ہر سال کاتکی اشنان کے موقع پر ایک بہت بڑا میلہ لگتا ہے جس میں مویشیوں کی خاص طور پر خرید و فروخت ہوتی ہے اور ہزاروں کی تعداد میں مویشی آتے ہیں۔

قصبہ دوری ضلع بلیا میں گئو پرستی کا مظاہرہ

۱۹۳۸ء میں مسلم قصابان کی جماعت مویشیوں کی خریداری کے لیے میلہ میں حسب معمول پہنچی۔ اور کئی ہزار کے مویشی خریدے جسوقت مسلمان قصابوں نے روپیے ادا کر دیے اور مویشیوں کو مال گاڑی میں بُک کرانا شروع کر دیا، تو یکایک ہندوؤں کی ایک منظم جماعت نے انبوہ کثیر کے ساتھ مقامی کانگرس کمیٹی کے صدر کی موجودگی میں ان قصابوں پر حملہ کر کے مویشیوں کو چھیننا شروع کر دیا۔ حملہ آور پہلے سے مسلح تھے، اور قصابوں کے پاس اپنی حفاظت کا کوئی سامان نہ تھا۔ مسلمان شدید مجروح ہوئے، اور چند شہید بھی ہوئے اس واقعہ کی غیر جانبدارانہ تحقیقات اور حملہ آوروں کو کیفر کردار تک پہونچانے کے لیئے کانگریسی حکومت نے کوئی اقدام نہیں کیا۔

(خلاصۂ بیان مولانا سیفی ندوی و متعدد کارکنان قومی اخبارات و جرائد ہند)

زاہدآباد میں قربانی گاؤ پر بندش | زاہدآباد شہر گورکھپور کا ایک محلہ ہے یہاں کے مسلمانوں نے حسب معمول قربانی کرنی چاہی۔ جب ہندوؤں نے مخالفت کی تو مجسٹریٹ ضلع نے مسلمانوں پر ۱۴۴ لگاکر انھیں قربانی کرنے سے روکدیا۔ گورکھپور کی مسلم لیگ نے حکام ضلع کو ہر چند سمجھایا کہ وہ مسلمانوں کو اُنکے اس مذہبی حق کی ادائیگی سے نہ روکیں مگر اسپر توجہ نہ کی گئی مجبور ہوکر مسلمانوں نے اپنے شعائر مذہبی کے برقرار رکھنے کے لیئے ان الله سول نافرمانی کا فیصلہ کیا۔ اور مولوی فاروق صاحب ایم ایل اے و مولوی محمد رضوا صاحب ایم ایل اے رئیس اعظم گورکھپور نے دو سو رضاکاروں کے ساتھ اپنے آپ کو جیلخانہ کے لیئے پیش کر دیا۔ تقریبًا ایک سال تک مقدمہ جاری رہا۔ (خلاصہ بیانات و اطلاعات اہل گورکھپور و اخبارات)

ضلع سہارنپور میں قربانی کی بندش | قصبہ بابوگنج ضلع سہارنپور کے مسلمان بستی سے باہر ایک باغ میں قربانی کیا کرتے تھے ۱۹۳۸ء میں مسلمانان قصبہ بابوگنج نے جسوقت قربانی کرنی چاہی تو مجسٹریٹ ضلع نے حکمًا قربانی کو روک دیا۔ اور قصبہ کے ارد گرد پولیس کا پہرہ لگا دیا مسلم لیگ ضلع سہارنپور نے اس بندش کے خلاف مظاہرہ شروع کر دیا۔ پندرہ سو مسلمان جیلخانہ جانے کے لیئے تیار ہوگئے، اگرچہ پولیس اور حکام ضلع فائرنگ کی دہمکیاں دے رہے تھے۔ مگر مسلمان قصبۂ مذکورہ میں اپنا مذہبی حق حاصل کرنے کے لیے پہونچ گئے اور تمام مشکلات و مصائب کا عزم و ہمت سے پرامن طریقوں کے ساتھ مقابلہ کیا۔ (نظام گزٹ مورخہ ۱۵ اگست ۱۹۳۹ء)

اٹاوہ ڈسٹرکٹ بورڈ کا فیصلۂ انسداد گاؤکشی | اٹاوہ ڈسٹرکٹ بورڈ نے باوجود مسلمان ممبروں کی مخالفت کے اپنی اکثریت سے ذیل کا رزولیوشن پاس کیا۔

"ضلع بھر میں کسی ایک جگہ بھی کوئی جانور جو نسل کشی۔ زراعت، دودھ دینے کے لیئے

استعمال ہوسکتے ہیں، ذبح نہیں کیا جاسکتا۔" (از اخبار حق مورخہ ۱۱ر جولائی سنہ ۱۹۳۹ء)

مسلمانانِ اٹاوہ نے کمشنر الہ آباد اور حکام متعلقہ کو اس فیصلہ کے خلاف اطلاعات بھیجیں اور سختی سے احتجاج کیا مگر شنوائی نہیں ہوئی۔

ضلع بارہ بنکی میں انسداد گاؤکشی | قصبہ دریرہ ضلع بارہ بنکی میں چالیس گھر مسلمانوں کے ہیں۔ مسمیٰ عثمان نورباف نے اپنے لڑکے کی رسم ختنہ میں برادری کے کھانے کے واسطے ایک گائے گاؤں کے باغ میں (جہاں وقتاً فوقتاً مسلمان قربانی کرنے کے عادی تھے) ذبح کی۔ ہندوؤں کے دو ہزار کے مجمع نے عثمان پر حملہ کر دیا، مسلمانوں کے مکانات میں آگ لگا دی، مسلمانوں کا جانی و مالی نقصان کیا، مگر حکام ضلع نے کوئی خاص اطمینان بخش انتظام و انسداد نہیں کیا بلکہ سب انسپکٹر پولیس نے ہندوؤں کی حمایت کی۔

(بیانات اصحاب بارہ بنکی)

قصبہ ابراہیم پور ضلع بارہ بنکی! | موضع ابراہیم پور کی مسجد کو ہندوؤں نے ہر طرف سے گھیر لیا۔ اور نماز عصر پڑھنے میں مداخلت کی۔ مسلمانوں نے بمشکل اپنی مسجد کو بچایا۔ سال بھر تک مقدمہ کی کارروائی ہوتی رہی، حکام مقامی نے مقدمہ کو طول دے کر سخت پریشان کیا۔

قصبہ دیوکلی ضلع بارہ بنکی کی مسجد کی توہین | اس موضع کی مسجد کی دیوار کو ہندوؤں نے یورش کرکے شہید کر دیا۔ عشاء کی نماز کے وقت ہندو مسجد میں گھس آئے، آگ لگا دی، پتھروں کی بارش کی، دو سو ہندوؤں نے اس چھوٹے سے قصبہ کی مسجد پر یورش کی یہاں کے مسلمان عرصہ سے گیارھویں شریف کی فاتحہ کیا کرتے ہیں۔ ہندوؤں نے شہرت دی کہ گیارھویں کی فاتحہ میں گائے ذبح کرکے اسکا گوشت پکایا جائیگا۔ اور خود ہی اُسکے لئے یہ سازش کی کہ ایک ہندو کے یہاں سے گائے کا بچھڑا لے کر ایک مسلمان کے مکان میں جب کہ وہ مکان پر نہ تھا بند ہوا دیا۔ اور فوراً ہی پولیس کو بلاکر اُس مسلمان کو گرفتار کرا دیا جب مقدمہ کی نوعیت ہوئی تو اس مسلمان نے اپنی شہادت میں صاف طور پر کہا

کہا کہ یہ بچھڑا میرے یہاں نہ پالا گیا اور نہ میری ملکیت میں ہے، پولیس نے جب اِس بچھڑے کو مکان سے باہر نکالکر چھوڑا تو وہ سیدھا جس ہندو کے یہاں پلا ہوا تھا وہیں جاکر ٹھہر گیا اور کئی بار یہی صورت ہوئی کہ جب اُسکو باہر سے چھوڑا جاتا تا اپنے اسی ہندو مالک کے مکان پر جاکر دم لیتا۔ (بیانات کارکنان بارہ بنکی)

ضلع مظفر نگر میں مسجد کی توہین ایامِ محرم میں ہندوؤں نے مسلمانوں پر شدید حملے کیے اور مسجد کے مِنارے گرا دیے۔ گاؤں میں آگ لگا دی۔ حکام نے ہندوؤں کی جنبہ داری کی۔ (بیانات کارکنانِ مظفر نگر)

ضلع بریلی میں مسجد کے کواڑ جلا دیئے گئے موضع متوچندر پور ضلع بریلی میں ہندوؤں کی اکثریت نے ۳ بجے دن کو نخاس کے بازار میں مسلمانوں پر یکبارگی حملہ شروع کر دیا مسلمانوں کا مال و اسباب بُری طرح لوٹا گیا۔ اِسی موضع میں ایک خوشنما مسجد بھی ہے۔ مسجد کے کواڑوں کو جلا دیا گیا۔ مسجد کے صحن اور کنوئیں میں پیشاب ڈالدیا۔ بلوائیوں نے "مہاتما گاندھی کی جے کے" نعرے لگائے۔ اسکے بعد ہی موضع پچلاسی کے مسلمانوں پر بھی حملہ کیا گیا جس میں بہت سے مسلمان مضروب ہوئے (رپورٹ کارکنان آنولہ و اطلاع اخبار حق ۱۵ مارچ ۳۹ء)

مسلمان زخمیوں کے ساتھ اسسٹنٹ سرجن کا برتاؤ قصبہ متوچندر پور کے زخمی مسلمان قصبہ آنولہ ضلع بریلی کے ہسپتال میں داخل کیے گئے اسسٹنٹ سرجن جو ہندو تھا اُس نے مسلمانوں کی مرہم پٹی سے بھی انکار کر دیا بمشکل داخلہ ہو سکا اسسٹنٹ سرجن نے اِس سے پیشتر کہ مسلمان صحت یاب ہوں ہسپتال سے خارج کر دیا جب مسلمانوں نے حاکمِ پرگنہ سے شکایت کی تو مریضوں کو معائنہ کے لیے طلب کیا گیا۔ چھمّن خاں نامی جس وقت پیش ہوا تو اُسکے بدن پر زخم موجود تھے اور پیپ بھرا ہوا تھا۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس نے بھی معائنہ کرکے اپنے ہاتھ سے مرہم پٹی کی۔

(بیانات کارکنان آنولہ)

نظام ڈے پر ہنگامہ اور اسلام کیخلاف نعرے ۲۲ جنوری ۱۹۳۹ء کو آریوں اور کانگرس کے ذمہ دار افراد نے آئی ایم اسکول قلعہ بریلی سے نظام ڈے کا ایک جلوس (جس میں چھ ہزار کے قریب ہندو تھے) نکالا۔ جلوس والوں کے ہاتھ میں بلم۔ تلواریں۔ لٹھ۔ تبر کافی تعداد میں تھے۔ اہالیٔ جلوس نے "اسلام برباد" کے نعرے لگائے (اخبار حق ۱/۳۹) مسلمانوں نے ان اشتعال انگیز نعروں سے جلوس والوں کو روکا مگر ہندوؤں نے اور زیادہ اشتعال انگیزی سے کام لیا۔ عرصہ تک اس ہنگامہ کے اثرات بریلی شہر میں جاری رہے۔ بہت سے مسلمان جان سے مارے گئے۔ (حق مورخہ ۲۶ ۱/۳۹) حکام نے کھلے بندوں ہندوؤں کی پشت پناہی کی۔ (بیانات کارکنان بریلی)

موضع راگھو پور میں اذان کی ممانعت موضع راگھو پور ضلع بریلی میں حکام نے ہندوؤں سے ساز باز کرکے مسلمانوں کو اذان دینے کی ممانعت کر دی۔ اس حکم کے خلاف مسلمانان بریلی نے جلسے کرکے احتجاجی تجاویز پاس کیں۔ مگر حکام نے کوئی خاص توجہ نہیں کی۔ (اخبار حق مورخہ ۴ راپریل ۱۹۳۹ء)

ریلوے اسٹیشن پر مسلمان سفر کرنیوالوں پر حملہ اسٹیشن گھٹپوری (R. K. R) پر جس وقت ٹرین آکر کھڑی ہوئی ہندوؤں نے ٹرین میں گھس کر مسلمانوں پر شدید حملے کیے جس میں بریلی کے خانصاحب سخاوت حسین صاحب رئیس بھی زخمی ہوئے۔ ہندو اسٹیشن ماسٹر نے حملہ آوروں کی امداد کی۔ اور انھیں اپنے آفس میں چھپا یا۔ (بیان سخاوت حسین صاحب رئیس بریلی و مسافران)

ہنگامۂ بنارس مسجد گیانبافی میں نماز جنازہ کی ممانعت مسجد گیانبافی میں مسلمانوں کو نماز جنازہ وغیرہ پڑھنے سے روک دیا گیا، اسی طرح چوک کی مسجد کے بالکل مقابل چند گز کے فاصلہ پر جدید مندر بنا کر مسلمانوں کی عبادت میں خلل ڈالا گیا۔

(بیانات و مشاہدات کارکنان بنارس)

مساجد پر پابندیاں عائد کرنے کے علاوہ ایام محرم میں زبردست فساد ہوا۔

۳ مارچ ۳۹ء کا فسادِ عظیم مسلمانوں کی جانی و مالی بربادیاں بنارس میں دریائے گنگا کے کنارے پر ایک گھاٹ میر رستم علی گورنر بنارس نے تعمیر کرایا تھا۔ اس گھاٹ پر ہر سال محرم میں مسلمان تعزیوں کو لے جا کر ٹھنڈا کرتے تھے، دو سال سے ہندوؤں نے مسلمانوں کو گھاٹ پر جانے سے روک دیا، معاملات روز بروز طول پکڑ رہے تھے مگر دونوں طرف کے افراد کی مصالحانہ کوششوں سے فضا ٹھیک ہو گئی تھی کہ یکایک ۵ محرم کو شب کے گیارہ بجے ایک مسلمان پان فروش پر ہندوؤں نے چھری سے حملہ کر دیا۔ ۶ محرم کو مسلمانوں کا سالانہ جلوس نکل رہا تھا۔ جس پر اینٹوں کی بارش شروع کر دی گئی۔ ایک مسلمان یکہ والے پر حملہ کر دیا گیا ایک مسلمان کی دوکان میں سانڈ (بیل) گھس آیا جس نے سامان خراب کر دیا اس ضعیف مسلمان دوکاندار نے سامان بچانے کی خاطر سانڈ کو لکڑی سے مارا جیسے ہی اس دوکاندار نے سانڈ کو مارا، قریب کے تمام ہندوؤں نے اِس دوکاندار پر حملہ کر دیا۔ جس سے وہ سخت زخمی ہوا اِس کے بعد مسلم دوکانداران پر ہر طرف سے حملے شروع کر دیے گئے۔ ایک مسلمان دوکاندار کی دوکان تھانہ چوک سے تین سو قدم کے فاصلہ پر تھی اُس کے سامان کو لوٹ لیا گیا بیس ہزار کا نقصان ہوا۔ مسلمان جفت فروشوں کی بھی دوکانیں لوٹی گئیں۔ مسلمان محلوں کو پولیس کے پہرہ داروں نے ہر طرف سے گھیر لیا۔ مگر ہندوؤں کو آزاد چھوڑ دیا گیا۔ اُن کی ہر طرح حمایت کی گئی اور مسلمانوں پر ہر قسم کی قیود و پابندیاں عائد کی گئیں ہندو مسلمانوں پر آزادی سے حملے کر رہے تھے۔ اور مسلمانوں کو اپنی حفاظت کا موقع بھی نہیں دیا جاتا تھا۔

اِس ہنگامہ میں ۶۰ ہزار روپیہ کا مسلمانوں کو نقصان ہوا۔ بہت سی مسجدوں کی توہین کی گئی۔ (اخبار آواز بنارس ۱۴ مارچ ۱۹۳۹ء)

ٹانڈہ ضلع فیض آباد میں مسلمانوں پر مظالم! ٹانڈہ ضلع فیض آباد کا مشہور قصبہ ہے، جہاں مسلمان کپڑا بُننے والے بکثرت آباد ہیں، مولوی حسین احمد صاحب بھی اسی

قصبہ کے باشندہ ہیں۔ اِس قصبہ میں ہندوؤں کی کوری قوم نے ایک جلوس نکالا جسمیں کانگریس کے کارکنان بھی شریک ہوئے یہ جلوس اُس راستہ سے لایا گیا۔ جہاں چوک کی مسجد واقع ہے اس راستہ سے کبھی ہندوؤں کا جلوس نہیں نکلا۔ جسوقت جلوس مسجد کے قریب آکر باجہ وغیرہ بجانے لگا تو مسلمانوں نے ہر طرح سمجھایا کہ نہ تو اس راستہ سے کبھی جلوس نکلا ہے اور نہ باجہ بجایا گیا ہے بہتر ہوگا کہ کسی دوسرے راستے سے جلوس لیجایا جائے۔ کوری قوم ابتداءً تیار ہو گئی تھی۔ مگر کانگریس کے افراد نے مسلمانوں کی خواہش کو کسی طرح قبول نہ کیا۔ اور کوریوں سے اصرار کیا کہ اسی راستہ سے جلوس لیجاؤ۔ اسی حالت میں ہندوؤں کے مکانات سے چند اینٹیں آئیں پولیس اور حکام موقع پر پہونچ گئے، بجائے اِسکے کہ اینٹیں پھینکنے والوں کی تحقیقات کی جاتی، مسٹر ندھاوا نے مسلمانوں پر نہایت بیدردی کے ساتھ فائر کرنا شروع کردیے جس سے ایک مسلمان اُسی وقت شہید ہوگیا۔ جوتہ پہنکر مسجد کے نمازیوں پر شدید حملے کیے گئے۔ داڑھیاں نوچی گئیں۔ مسلمانوں کو پانی پینے سے بھی روکدیا گیا جب وہ پانی مانگتے تو کہا جاتا تھا کہ پیشاب پیو۔ اور وہ وحشیانہ مظالم کیے گئے جنکو تفصیل کے ساتھ درج کرنے سے روح کو تکلیف ہوتی ہے۔ (بیانات واطلاعات کارکنان ومسلمانان ٹانڈہ)

مولوی احمد سعید صاحب دہلوی کا بیان مولوی احمد سعید صاحب دہلوی کانگرسی ناظم جمعیۃ علماء کا جو بیان اخبار حق ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۹ء میں شائع ہوا درج ذیل ہے۔

فیض آباد سے میں آج دوپہر کو ٹانڈہ پہنچا اور ٹانڈہ کے ذمہ دار حضرات کے علاوہ میں نے بعض مجروحین سے بھی ملاقات کی۔ ٹانڈہ کے مسلمانوں میں سخت خوف وہراس ہے مسلمانوں کے بعض محلوں میں خشت باری کے واقعات ہورہے ہیں اِس سلسلہ میں معلوم ہوا ہے کہ دو ہندو گرفتار بھی کیے گئے، مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ گورنمنٹ کی جانب سے مسٹر یارک کو . . . . جو چیف کورٹ لکھنؤ کے جج ہیں تحقیقات کے لئے مقرر کیا گیا ہے، یہاں کے مسلمانوں کا خیال ہے کہ اگر مسٹر یارک کے ہمراہ ایک ہندو اور

ایک مسلمان کا اضافہ کر دیا جائے تو نہ صرف مسٹر یارکسٹ کے کام میں آسانی کا موجب ہوگا ، بلکہ یہ
اضافہ ہندو اور مسلمان دونوں کے لئے مزید اطمینان کا موجب ہوگا۔ یہاں عام طور پر
افواہ ہے کہ کمیشن تحقیقات کی کارروائی فیض آباد میں کرے گا اگر ایسا ہوا تو شہادتیں پیش
کرنے اور گواہوں کو فیض آباد پہنچانے میں سخت دشواریوں کا سامنا ہوگا یہ امر قابل
تعجب ہے کہ مسٹر رندھاوا اور انکسار حسین کا ابھی تک یہاں سے تبادلہ نہیں کیا گیا۔ مسٹر
رندھاوا سے مالیات کا شعبہ منتقل کر دیا گیا لیکن فوجداری کا شعبہ ابھی تک اُن کی نگرانی
میں ہے اگر مسٹر رندھاوا اور انکسار حسین تحقیقات کے دوران میں اپنے عہدہ پر بحال رہے اور
اُنکا تقرر ٹانڈہ میں رہا تو کمیشن کے لئے صحیح شہادتوں کا مہیا کرنا مشکل ہوگا۔ اور اُن دونوں
کی موجودگی کمیشن کی تحقیقات پر اثر انداز ہوگی۔ زخمیوں کی حالت اگرچہ روبہ صحت ہے لیکن
دو مسلمانوں کے چھرے ابھی تک نہیں نکل سکے ہیں غالباً ان دونوں کو آپریشن کے لئے لکھنؤ
بھیجا جائے گا جو دو مسلمان گولیوں کا نشانہ بنائے گئے تھے، اُن میں سے ایک امرتسر کا رہنے
والا تھا جو ہسپتال میں فوت ہوگیا۔ اس کی لاش مسلمانوں کو نہیں دی گئی۔ دوسرا مسلمان
ایک عربی کا طالب علم ہے وہ اگرچہ خطرے سے نکل گیا لیکن ابھی تک اُسے کامل صحت نہیں
ہو رہی ہے فائرنگ کے بعد جن مسلمانوں کو گرفتار کیا گیا تھا، اُن کی تعداد ۱۲۸ تھی، گرفتار
شدگان میں سے نوے رہا کر دیئے گئے ہیں مسلمان پولیس کے جانبدارانہ رویہ سے انتہائی
غیر مطمئن ہیں +

مولوی حسین احمد صاحب نائب صدر یوپی کانگرس کو بھی باشندگان ٹانڈہ نے شدید
تقاضوں کے بعد بلایا مولوی صاحب ممدوح نے جو بیان دیا اس میں یہاں تک فرمایا کہ
"مسلمانوں کی داڑھیاں بلوائیوں نے مونڈ دیں۔ مسلمانوں سے یہ بھی کہا گیا کہ تم اپنے خدا کو
بلاؤ وہ تمہاری آکر مدد کرے" مولوی وکیل الدین نائب صدر ٹانڈہ کانگریس کمیٹی نے بھی
ان مظالم کے خلاف احتجاج کیا۔ اور وزیر اعظم یو۔پی کے پاس ایک وفد بھی لیکر گئے مگر

کوئی توجہ نہیں کی گئی، اِس بلوہ میں مسلمانوں کی ۷ تعداد مجروح ہوئی۔

مسلمانانِ ٹانڈہ کی امداد اور تحقیقات کے لیئے یو۔پی پراونشل مسلم لیگ کے صدر نواب محمد اسمٰعیل خاں اور دوسرے محترم کارکنانِ مسلم لیگ نے خود جاکر واقعات کی تحقیقات کرکے اپنے بیانات شائع کیئے۔ یوپی گورنمنٹ سے پراونشل مسلم لیگ کے حسب خواہش مسلمانانِ ٹانڈہ کا یہ مطالبہ تھا کہ ہندو انچارج کو جسنے فائر شروع کیا تھا فوراً تبدیل کردیا جائے اور آزاد تحقیقات کرائی جائے۔ اسمبلی میں بھی اِس مطالبہ کو برابر پیش کیا جاتا رہا مگر کوئی شنوائی نہیں ہوئی حتے کہ فائرنگ کے بعد وزیرِ اعظم فیض آباد میں گئے۔ مسلمانوں نے ٹانڈہ آنے کی درخواست دی، وہ بھی منظور نہیں کی گئی۔ جس ہندو افسر نے فائر کرایا تھا فائر کے بعد افسرانِ حکومت نے اس کا استقبال کیا۔ اور کسی پیچ پر بھی مظلوموں کی فریاد کو نہیں سنا گیا آزاد تحقیقات کا مطالبہ بھی ٹھکرا دیا گیا۔ مظلومین ٹانڈہ پر مقدمات چلاکر ۲۸ مسلمانوں کو ایک سال قید کی سزادی گئی۔ (خلافت ۸ جون)

شہر کانپور میں ہولناک مظالم کانگریسی وزارت کے زمانہ میں کانپور کے اندر متعدد بار شدید بلوے ہوئے جن میں مسلمانوں پر غیر معمولی مظالم کیئے گئے۔

۱۹۳۸ء کا بلوہ اپنی ہولناکیوں کے لحاظ سے اسقدر سنگین ہوا کہ اُسے کانگریسی دور کی بدترین مثال سے تعبیر کیا جاسکتا ہے ہر طرف قتل و غارتگری کا بازار گرم ہوگیا۔ مسلمانوں کا خون بیدردی سے بہایا گیا۔ صدہا جانوں اور ہزاروں روپیوں کا نقصان ہوا۔ بالتسمنڈیکی مسجد کے سامنے جبوقت ہندوؤں نے ہنگامہ کیا۔ اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ہتھیاروں کی ممانعت کردی تو سکھوں کی جماعت عام ہندوؤں کو سکھوں کی شکل میں لاکر آزادی سے قرولیوں کو استعمال کرتی رہی اور مسلمان چاقو بھی نہیں رکھتے تھے۔

مسجد مُول گنج پر فائر تیسرے شدید ہنگامہ کا آغاز اسطرح ہوا کہ ہندوؤں نے ۱۸ جون ۱۹۳۸ء کو رتھ جاترا کا جلوس نکالا۔ جس میں ہزاروں کی تعداد میں ہندو شریک ہوئے

یہ جلوس مسجد مولگنج کے سامنے سے باجا بجاتا ہوا جبکہ اسوقت گزرا جبکہ نماز کا وقت ہوچکا تھا اور مسجد پر سُرخ بتی جل چکی تھی جو اس کی نشانی تھی کہ نماز ہورہی ہے حکام کو بھی اس کا علم تھا کہ نماز ہورہی ہے، مگر انھوں نے بھی جلوس کو نہیں روکا جو دو ایک مسلمان نیچے کھڑے تھے انھوں نے ہر چند سمجھایا کہ یا تو باجہ کچھ دیر کو روکدیا جائے یا خموشی سے جلوس نکال لیا جائے اسی اثناء میں کچھ پتھر جلوس پر آگئے جنکے متعلق کوئی ثبوت نہیں کہ وہ مسلمانوں ہی نے پھینکے تھے۔ مگر حکام نے فوراً ہی یہ فرض کرکے کہ یہ پتھر مسلمانوں نے پھینکے ہیں مسجد پر بیدریغ فائر کرنا شروع کردیا۔ مسجد کی دیوار پر گولیوں کے نشانات ہوگئے جواب تک موجود ہیں، جو مسلمان نماز کے بعد اپنی جانیں بچاکر بھاگے اُنپر بھی گولیاں چلائی گئیں۔ دو مسلمان اسی وقت شہید ہوگئے۔ ایک ضعیفہ عورت کو پولیس کے سپاہی نے کرچ مارکر شہید کرڈالا مسلمانوں کے بند مکانات پر بھی گولیاں برسائی گئیں۔

مسٹن روڈ کے قریب بڑے بڑے مسلمان تاجروں کی دوکانیں لوٹی گئیں، مگر پولیس نے کوئی توجہ نہ کی۔ اِن خونیں واقعات نے پُورے صوبے کے مسلمانوں کو مضطرب کردیا۔ مسلمانانِ کانپور پُرامن مظاہرے کرکے اپنے مصائب کو حکومت کے کانوں تک پہنچاتے رہے پراونشل مسلم لیگ یو۔پی نے حالات کی اچھی طرح تحقیقات کرکے اسمبلی میں آزاد تحقیقات کا مطالبہ کیا۔ حکومت نے بجائے توجہ کرنے کے اِس تجویز کا مذاق اڑایا۔ ان تمام حوادث پر حکومت نے مظلومین کانپور کی امداد کا یہ انوکھا طریقہ اختیار کیا کہ سٹی مسلم لیگ کے دفتر کی تلاشی لی۔ کانپور کے مسلم اخبارات سے ضمانتیں طلب کرکے ان کو مفلوج کردیا۔ کارکنان مسلم لیگ پر مقدمات چلائے جس وقت اسمبلی میں مسلم لیگ نے التوا کی تحریک پیش کی تو اُسے مسترد کردیا گیا مجبور ہوکر مسلمان ممبران نے واک آؤٹ کیا۔ صوبے کے اندر تقریباً تمام اضلاع میں یوم کانپور مناکر مظلومین کانپور کے مطالبات کی حمایت کی گئی۔ مگر کانگرسی حکومت نے مسلمانان صوبۂ متحدہ کے متفقہ احتجاج پر بھی توجہ نہیں کی۔ اور نہ آزاد تحقیقات ہی کرائی۔

گئی۔ حکام ضلع (کانپور) کا طرزِ عمل کھلم کھلا مسلمانوں کے خلاف رہا۔

(بیانات کارکنان و منقول از اخبار حق، الامان و وحدت و خلافت فروری لغایۃ مارچ ۱۹۳۹ء)

ہلدوانی کی جامع مسجد کے سامنے باجہ اور فساد! مارچ ۱۹۳۹ء میں ہلدوانی کی جامع مسجد کے سامنے بھگت سنگھ ڈے کے موقع پر کانگریسیوں نے باجہ کے ساتھ جلوس نکالا اور مسجد کے سامنے باجہ بجا کر ہنگامہ اور شور و غل مچانے لگے۔ مسلمانوں نے جب شور مچانے سے روکا تو اُن پر جلوس والوں نے شدید حملہ کر دیا جس سے مسلمان مجروح ہوئے۔

(اخبار وحدت مورخہ ۲۹ مارچ ۱۹۳۹ء)

آگرہ کی جامع مسجد پر باجہ اور فساد ۲۱ مئی ۱۹۳۹ء کو ہندوؤں کی ایک بارات کا جلوس جامع مسجد آگرہ کے سامنے آکر باجہ بجانے اور شور و غل کرنے لگا۔ مسلمان مسجد میں نماز ادا کر رہے تھے۔ جب جلوس والوں نے پوری قوت کے ساتھ شور کیا۔ تو مسلمانوں نے نرمی کے ساتھ روکا جس پر جلوس نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا ساٹھ آدمیوں کے چوٹیں آئیں۔ دوکانداروں کے شیشے اور چینی کے سامان توڑ دیئے گئے (اخبار وحدت ۲۴ مئی ۱۹۳۹ء)

ضلع ہردوئی میں مسجد کا انہدام قصبہ کچھولی ضلع ہردوئی میں ہندوؤں نے مسجد کو منہدم کر دیا۔ (رپورٹ کارکنان)

ضلع لکھنؤ میں مساجد کی بیحرمتی عالم نگر اور نگرام کی مسجد کے دروازوں کو توڑ کر ہندوؤں نے دوکانیں بنالیں اور غاصبانہ قبضہ کر لیا۔ حکام و افسران نے ہندوؤں کی حمایت کی۔ (رپورٹ کارکنان لکھنؤ)

کاسگنج ضلع ایٹہ کی مسجد کو شہید کر دیا گیا ضلع ایٹہ میں کاسگنج ایک مشہور قصبہ ہے یہاں کے ہندوؤں نے ایک تابوت نکالکر ہولی کے موقع پر مسلمان محلوں سے جلوس نکالا جس میں لاٹھیاں اور ڈنڈے آزادی سے استعمال کئے گئے جلوس والوں نے ہر قسم کے اشتعال انگیز نعرے لگائے۔ اور محلہ تکیہ کی مسجد کو شہید کر دیا۔ عورتوں کی توہین کی۔ مسلمانوں

کو بُری طرح مجروح کیا گیا۔ ہندو بلوائی آزادی سے اپنا کام کرتے رہے مگر حکام نے کوئی توجہ نہیں کی۔

قصبہ مارہرہ ضلع ایٹہ کے مزارات کا انہدام

قصبہ مارہرہ شریف وہ مقام ہے جہاں سلسلۂ قادریہ کے زبردست اولیاء اللہ مدفون ہیں۔ اور ہندوستان کے بڑے بڑے سلسلے یہاں کے جاری ہوئے ہیں اس جگہ کانگریس کے کارکنان کے اشتعال پر اہل ہنود نے دیہاتی ہندوؤں کی شرکت میں بلا وجہ یوم عاشورہ ۲۱ مارچ ۱۹۳۹ء کو تعزیوں کے جلوس پر خشت باری کر کے تعزیوں کو گرا دیا جس پر بلوہ شروع ہوا بلوہ گو فرو ہو گیا مگر اسکے بعد عرصہ تک مسلمانوں کے باغات اور کھیت تاراج کیے گئے اور بعض اولیاء اللہ کے مزارات بھی منہدم کر دیے گئے مسلمانوں کی پیداوار کاشت کو نقصان پہنچایا گیا مسلمان باشندگان مارہرہ کے مکانات میں آگ لگادی گئی، ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس مسٹر بی این نگم نے یہ کہہ کر تمام کاغذات داخل دفتر کر دیے کہ مسلمانوں نے خود آگ لگائی ہے، دیہات کے اکثر مسلمانوں کو داڑھی مونڈنے اور چوٹیاں رکھنے پر مجبور کیا گیا، جس کی رپورٹیں پولیس میں موجود ہیں تمام ضلع کے دیہاتوں کے اندر ہندوؤں میں ہیجان پیدا کر کے اور مسلمانوں کے خلاف اشتعال دلا کر ہولی کے دن مارہرہ لوٹے منایا گیا۔ گو بلوہ کی ابتدا اہل ہنود کی طرف سے ہوئی مگر تعزیری پولیس جو قصبہ میں قائم کی گئی اسکا کُل صرفہ صرف مسلمانوں پر عائد کیا گیا۔

تعزیری پولیس سے قصبہ میں کام لیا گیا۔ اس دوران میں کچھ عرصہ کے لیے پولیس مارہرہ سے چلی گئی لیکن پھر بھی پورا صرفہ مسلمانوں پر ڈالا گیا۔ مسلمانوں کے خلاف بلوے کے چار مقدمات تھے۔ جن میں ۴۰ ملزمان تھے۔ اور اہل ہنود کے خلاف ایک مقدمہ جس میں صرف ۲۵ ملزمین تھے مسلمانوں کے خلاف دو مقدمات چھوٹ گئے اور ۹ ملزمان بری ہو چکے ہیں، ایک مقدمہ ججی میں ہے جس میں ۱۹ ملزم ہیں۔ ایک مقدمہ مسلمانوں کے خلاف اور ایک مقدمہ اہل ہنود کے خلاف ابتدائی عدالت میں ہے جس میں ۱۴ ملزم مسلمان اور ۲۶ ہندو ہیں ان مقدمات کی ۷ اپیلیں ہو چکی ہیں جس کی وجہ سے آمد و رفت کے مصارف کا

زیادہ سے زیادہ بار پڑ رہا ہے، اوّل سے آخر تک حکام کا رویّہ کانگرسی گورنمنٹ کے زیرِ اثر مسلمانوں کے خلاف اور ہندوؤں کی طرفداری میں رہا ہے (بیانات و اطلاعات کارکنان بارع)

کانگرسی ممبران اسمبلی اور حکام بدایوں کی مسلمانوں کے معمولات میں مداخلت

شہر بدایوں صوبۂ متحدہ کا وہ تاریخی مقام ہے، جو شاہانِ اسلام کے زمانہ میں بھی کا صوبہ رہا ہے یہاں کے مسلمانوں کے معمولات اور مراسم خاص اہمیت رکھتے ہیں، بدایوں کے ہندوؤں کے تعلقات مسلمانوں کے ساتھ خوشگوار رہے ہیں، مسلمانوں کے معمولات میں ہندو شریک ہوتے تھے حتیٰ کہ محرم کے زمانہ میں ہندو اپنے مندروں میں بآوازِ بلند سنکھ نہیں بجاتے تھے اور مندروں میں سنکھ نہ بجانے کے متعلق حکام بدایوں سرکاری نوٹس بھی جاری کیا کرتے تھے ....
.... جن کی پابندی کی جاتی تھی۔ مگر جب سے کانگرسی حکومت قائم ہوئی -
بدایوں کے ہندو کانگرسی ممبران اسمبلی اور دیگر کارکنانِ کانگریس نے فضا کو مسموم کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔

محلہ شہباز پور بدایوں کی مسجد پر باجہ اور ہنگامہ

اپریل ۱۹۳۸ء میں ہندوؤں کا ایک جلوس جھنڈیوں کا محلہ شہباز پور بدایوں کی مسجد کی طرف سے باجہ کے ساتھ گزرا۔ مسجد سڑک پر ہی واقع ہے مسلمان مسجد میں نماز کے لیے مجتمع تھے جس وقت جلوس مسجد کے سامنے باجہ بجاتا ہوا آیا تو مسلمانوں نے منع کیا کہ اذان ہو رہی ہے باجہ یا تو بند کر کے لے جاؤ یا کچھ دیر توقف کرو مگر جلوس والے نہ مانے اور باجہ بجانے پر اصرار کرتے رہے اسی اثنا میں کچھ اینٹیں آ گئیں جن کے متعلق نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کس نے پھینکیں۔ مگر تحقیق کے بغیر مسلمانوں کو موردِ الزام ٹھہرا لیا گیا اور ان کی گرفتاریاں عمل میں آئیں اور بہت سے مسلمانوں پر ہندو مجسٹریٹ اور ہندو سپرنٹنڈنٹ پولیس نے مقدمات چلائے۔

حیدرآباد ڈے میں اشتعال انگیز نعرے

ہندوؤں نے حیدرآباد ڈے منا کر اشتعال انگیز نعرے لگائے مسلمانوں نے ان اشتعال انگیز کارروائیوں کے انسداد کی طرف حکومت

کو متوجہ کیا مگر بروقت کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔

عشرۂ محرم میں حکام کا طرزِ عمل عشرہ محرم شروع ہونے سے قبل عام شہرت ہے کہ رگھم سنگھ اور بدن سنگھ ایم ایل اے (کانگرسی) نے ٹنگلہ شرقی میں (جو بدایوں سے ایک میل پر واقع ہے اور جہاں زیادہ تر ہندو آباد ہیں) ضلع کے دیہاتی ہندوؤں کو جمع کرنے کا سامان کیا (جسکی رپورٹیں حکام کے دفاتر میں آتی رہیں) مگر حکام نے اسکا انسداد نہیں کیا۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور ایس پی بدایوں سے رگھم سنگھ ایم ایل اے کی روزانہ ملاقاتیں ہوتی رہیں جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ عشرۂ محرم میں لنگر کی گاڑیوں کی تعداد پر پابندی اور دفعہ ۱۴۴ عائد کر دی گئی، ٹنگلہ شرقی کے مسلمان ہمیشہ سے محرم کے معمولات انجام دیتے تھے اس سال جسوقت ٹنگلہ کے مسلمانوں نے علم نکالے حکام نے حکم دیا کہ علموں کو سرنگوں کرکے نکالا جائے جسوقت علموں کو جبراً سرنگوں کرکے نکالا گیا تو ہندوؤں نے تالیاں بجائیں اور مسلمانوں کا مذاق اڑایا۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کے اس رویّہ کی شکایت کی ..... تو کوئی توجہ نہیں کی گئی۔

مہندیوں کے بارہ میں ۱۴۴ ٹنگلہ شرقی میں ہر سال مسلمان مہندیاں نکالتے تھے اور کبھی ۱۴۴ نہیں لگائی جاتی تھی مگر اس سال ۱۴۴ لگائی گئی جسکا مفہوم یہ تھا:۔

"ٹنگلہ شرقی کی آبادی سے ریلوے کے پھاٹک تک مہندیاں بغیر روشنی اور جلوس کے نکالی جائینگی" اگرچہ اس قسم کا نوٹس سالہائے ماسبق کے دستور کے بالکل خلاف تھا اور یہ بعید از فہم تھا کہ بغیر روشنی و جلوس کے مہندی نکالی جاسکے۔ مگر مسلمانوں نے صبر اور ضبط سے کام لیا۔ چونکہ مسلم کارکنان ہمیشہ سے محرم کے انتظامات کیا کرتے ہیں اور حکام نے بھی اپنے خطوط میں ان سے فرمائش کی تھی کہ محرم کے انتظامات میں ہماری امداد کریں۔ اسلیے مسلم کارکنان انتظامات میں شریک ہوئے۔ جب مسلمانان بدایوں مہندیوں کے جلوس کی شرکت کے لیے پہنچے تو مجسٹریٹ ضلع اور ایس پی بدایوں نے ریلوے کے پھاٹک سے مہندیوں کے جلوس وغیرہ کی ممانعت کر دی جب ان کو جاری کردہ نوٹس کی طرف توجہ دلائی گئی تو انہوں نے کہا کہ

اب ہمارا یہی حکم ہے۔ مسلم لیڈران نے حکام کو ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ ہر بات رکم سنگھ اور بدن سنگھ پر (جو وہاں موجود تھے) محوّل کر دیتے اور مسلمانوں کو ان دونوں کانگریسی ممبروں کی رائے کا پابند بنانے کے لیے مجبور کرتے تھے تقریباً رات کے دو بجے تک کوشش کی گئی کہ حکام مہندیوں کا جلوس نکلنے دیں مگر وہ راضی نہ ہوئے، رکم سنگھ نے شہر بدایوں کے رؤسا سے جس قسم کی بیہودہ گوئی مسلمانوں اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور ایس پی کی موجودگی میں کی وہ حد درجہ توہین آمیز تھی اسی کے ساتھ ساتھ ایس پی صاحب بدایوں مسلمانوں پر فائرنگ کی دھمکیاں دیتے رہے جب مسلمان ہر طرح مایوس ہو گئے تو شہر کی طرف واپس آ گئے صبح چھ بجے سے شہر میں ہر طرف فوج مامور ہو گئی ۹ بجے کمشنر بریلی کی آمد کی خبر ملتے ہی عمائد و کارکنانِ مسلم لیگ کا ایک وفد کمشنر بریلی سے کوتوالی بدایوں میں جا کر ملا۔

کمشنر بریلی کا رویہ وفد نے کمشنر کو تمام معاملات سمجھانے کی کوشش کی مگر انہوں نے وفد کے ساتھ جو رویہ اختیار کیا وہ افسوسناک تھا۔ کمشنر نے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور ایس پی نے جو کچھ انتظامات کئے ہیں وہ بالکل صحیح ہیں میں موقع کا معائنہ نہیں کرنا چاہتا۔ جلوس وغیرہ کی بابت وفد نے جن امور کو پیش کیا، اُن کو مسترد کر دیا گیا۔ وفد نے جامع مسجد کے جلسۂ عام میں پبلک کے سارے واقعات بیان کر دیے، جس پر مسلمانوں نے جلسۂ عام میں اپنی مظلومی کے پیشِ نظر عاشورۂ محرم کے معمولات ملتوی کرنے کی تجویز اتفاق رائے سے منظور کی۔

حکام بدایوں کا رویہ حکام نے کرفیو آڈر لگا دیا۔ ملٹری مسلمانوں کے محلوں میں گشت کرتی رہی۔ لیکن نگلہ شرقی جہاں ہندو بکثرت جمع تھے کوئی ملٹری نہیں تھی۔ پولیس والے جس مسلمان کو چاہتے گرفتار کر لیتے تھے۔

مولوی اسرار الحق عثمانی کا اندوہناک واقعہ ۹ محرم کو جس وقت نگلہ کی مہندیوں کے جلوس میں مسلمان شریک ہونے کے لیے گئے، مولوی اسرار الحق صاحب عثمانی بھی (جو حضرت

مولانا عبدالماجد صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ (فقیر عبدالحامد قادری کے بھتیجے تھے) جلوس کے ہمراہ گئے چونکہ تمام رات حکام کے ساتھ گفت و شنید میں وقت صرف ہو گیا اور دوسرے دن کمشنر کی ملاقات اور جلسۂ عام میں کارکنان مصروف رہے اسلیے مولوی اسرار الحق صاحب کی طرف توجہ نہیں ہوئی جلسے کے بعد وہ نظر نہ آئے تو تلاش شروع ہوئی جب وہ کسی جگہ نہ ملے تو جن لوگوں کے ہمراہ وہ جلوس میں گئے تھے ان سے تحقیق کی گئی۔ اِسی اثنا میں نئی سرائے محلہ کے ایک ہندو مراد نے یہ شہادت دی کہ بنگلہ پر مہندیوں کی رات میں مولوی اسرار الحق کو میرے سامنے قتل کر کے جلا دیا گیا۔ مسٹر اقتدار الدین بیرسٹر ایٹ لا۔ ایم ایل اے اس مراد کو اپنے ہمراہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور ایس پی کے یہاں لیگئے اور اُس سے موقعہ پر جانے اور مراد کی شہادت قلمبند کرنے کی خواہش کی۔ ایس پی صاحب دقت موقعہ پر گئے۔ ہندو مراد نے جائے وقوعہ پر پہونچکر جو کچھ دیکھا تھا وہ بیان کرنا شروع کر دیا ایس پی صاحب نے کچھ دیر کے لیے مراد کو علیحدہ لیجا کر باتیں کیں اس کے بعد اس کو مارنا شروع کر دیا۔ کان پکڑوا کر اٹھوایا بٹھوایا۔ اور طمانچہ مارنے کے لیے کہا اور شہادت قلمبند نہیں کی جو اشیاء جلی ہوئی برآمد ہوئی تھیں اُن کو بھی قبضہ میں نہیں کیا گیا۔

علمائے بدایوں اور رؤسا و کارکنان مسلم لیگ پر مقدمہ فقیر عبدالحامد قادری، مولٰنا خواجہ نظام الدین صاحب مولانا عبدالصمد صاحب مقتدری مولوی حافظ ظہور احمد صاحب مختار۔ مولوی ظہور حسن صاحب بیس۔ مولوی ابوالحسن صاحب قادری رئیس اور دوسرے ۲۹ مسلمانوں پر زیر دفعہ ۱۰۷ مقدمہ چلایا گیا کئی ماہ تک مقدمہ کا سلسلہ جاری رہا۔ ججی بدایوں سے نگرانی ہائیکورٹ کے لیے بھیجی گئی۔ مگر ہائی کورٹ نے نگرانی منظور نہیں کی۔ ۲۹ مسلمانوں کے علاوہ دوسرے اور مسلمانوں پر بھی ۳۴ ایسے مقدمات چلائے گئے اور چند کو سزائیں بھی ہوئیں +

قاسم پور ضلع بدایوں کے بازار پر حملہ قاسم پور کے بازار میں ہندوؤں کے ایک

کثیر انبوہ نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ حملہ آور لاٹھیوں اور بلّموں سے آراستہ تھے اور گانددھی جی کی جے کے نعرے لگا رہے تھے۔ متعدد مسلمان مجروح ہوئے۔

قصبہ بگرین ضلع بدایوں کے مسلمانوں پر حملہ قصبہ بگرین میں بھی ہزارہا ہندوؤں کے مجمع نے مسلمانوں پر حملہ کیا ایک سب انسپکٹر پولیس جو ڈیوٹی پر تھا۔ اُس نے حملہ آوروں کو مسلمانوں پر حملہ کرنے سے روکا تو یہ تمام مجمع سب انسپکٹر پر حملہ آور ہو گیا، سب انسپکٹر کو ہر طرف سے ہندو بلوائیوں نے گھیر لیا۔ اُسے مجبور ہو کر اپنی جان بچانے کے لیے گولی چلائی۔

بازید پور ضلع بدایوں میں قربانی کی ممانعت قصبہ بازید پور کے مسلمان ہمیشہ سے قربانی کیا کرتے ہیں اِس سال کانگریس کے افراد کی پُشت پناہی میں ہندوؤں نے مسلمانوں کو قربانی کرنے سے روکا مسلمانوں نے مجبور ہو کر حکام ضلع (بدایوں) کو اطلاع دی۔ پولیس نے مجبور ہو کر گارد لگا دی اور ایک مجسٹریٹ کا تقرر کر کے قربانی کرا دی گئی۔ قربانی کے بعد مسلمانوں کے کھیتوں کو اجاڑ دیا گیا۔

ادجھیانی ضلع بدایوں کی میونسپلٹی۔ انسداد گاؤکشی کا رزولیوشن قصبہ ادجھیانی کی میونسپلٹی میں ہندوؤں کی اکثریت ہے۔ ہندوؤں نے میونسپلٹی میں انسداد گاؤکشی کی تجویز منظور کر دی۔

مسلمانان بدایوں پر حکام کا دوسرا وار ۲۵ ہزار کا ٹیکس مسلمانان بدایوں کا طرزِ عمل حالانکہ ہر طرح پُرامن رہا۔ اور ایک معزز فرزند اسلام مولوی اسرار الحق صاحب مرحوم کی شہادت کے مقابلہ میں ایک ہندو بھی نہیں مارا گیا۔ لیکن ان تمام حالات کے باوجود تقریباً محرم کے ۵ ماہ بعد تنہا مسلمانان بدایوں پر ۲۵ ہزار کا تعزیری پولیس ٹیکس لگایا گیا۔ مسلمانوں نے پُرامن طور پر حکام کو ٹیکس نہ لگانے کی تجاویز سے مطلع کیا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل نے بھی تعزیری ٹیکس اٹھا لینے کی تجویز منظور کی مگر حکام بدایوں نے توجہ نہیں کی۔ اور اُلٹا مسلمانوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ حکام سے معافی مانگیں۔

جونپور میں دفعہ ۱۴۴ کھیتا سرائے ضلع جونپور میں مسلمانوں پر دفعہ ۱۰۰ کے ماتحت

مقدمہ چلایا گیا۔ اور ہندوؤں کو آناد چھوڑ دیا گیا (اطلاعات کارکنان)

ضلع اُناؤ میں ۱۴۴ | قصبہ پورہ ضلع اناؤ میں مسلمانوں پر دفعہ ۱۴۴ لگائی گئی اور ہندو مستثنیٰ ہے (اطلاعات کارکنان)

الہ آباد کا فساد | الٰہ آباد میں متعدد بار ہندو مسلم فسادات ہوئے آخری بار یہ ہوا کہ مسلمانوں کی مساجد میں سوٗر ڈالا گیا اور جب مسجد کی اس توہین سے مسلمانوں میں اشتعال پیدا ہو گیا تو مسلمانوں پر بُری طرح حملے کئے گئے حکام کا رویہ قابل اعتراض رہا۔ معزز مسلم ممبران میونسپل بورڈ نے مقامی حق تلفیوں سے تنگ آ کر استعفےٰ دیدیا (اطلاعاتِ کارکنان)

علیگڈھ کا عاشورۂ محرم بند | مسٹر مہتا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ علی گڑھ جو سخت قسم کے ہندو ہیں اُنہوں نے ۵ مارچ ۱۹۳۹ء کو محرم کے ہر قسم کے جلوس۔ اکھاڑوں وغیرہ کی ممانعت کر دی۔ جسکی وجہ سے عاشورۂ محرم بند ہو گیا۔ علی گڑھ میں ایک بڑی باری تعزیہ نکالا کرتا تھا۔ جس راستے تعزیہ گزرتا تھا وہاں ایک ہندو نے مکان پر پرنالہ لگا کر راستہ کم کر دیا۔ جب تعزیہ نکلنے کی جگہ کم ہو گئی تو مسلمانوں نے پرنالہ اکھاڑنے کا مطالبہ کیا۔ مالک مکان ایک حد تک پرنالے اکھاڑ دینے کے لیئے تیار ہو گیا تھا مگر مسٹر مہتا نے حکم دیدیا کہ بغیر ہماری اجازت کے پرنالے نہیں اکھاڑے جا سکتے۔ چونکہ مجسٹریٹ اور کوتوال شہر دونوں کا رویہ مسلمانوں کے خلاف تھا۔ اسلیئے مسلمانوں نے مجبور ہو کر عاشورۂ محرم بند کر دینے کا فیصلہ کیا۔

عشرۂ محرم پر بندشیں عائد کرنے کے علاوہ اسی ہندو مجسٹریٹ کی ہندو پرستی کی بدولت قصبہ دادوں میں جہاں ہندو مسلمان رئیس و زمیندار کی زمینداری میں بستے ہیں اور جہاں کے ہندوؤں نے عرصہ سے اس قصبہ میں سنکھ نہ بجانے کا تحریری معاہدہ کر لیا تھا۔ سنکھ بجانے کی اجازت مل گئی۔ (بیانات و اطلاعات کارکنان)

قطب پور ضلع علیگڑھ | ہندوؤں نے اس بہانہ سے کہ مسلمانوں نے ایک کٹڑے کو زخمی کر دیا ہے، مسلمانوں پر حملہ کیا۔ مسجد کے میناروں کو برباد کیا اور مسلمانوں کی دو دکانوں کو لوٹا

.................................پولیس نے ہندوؤں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی۔ بلکہ برخلاف اسکے مسلمانوں سے زبردستی ایک راضی نامہ پر جس میں سخت اور غیر مہذب شرائط تھیں دستخط کرا کے مقدمہ قایم نہ ہونے دیا ان تمام واقعات سے ہندو اسقدر دلیر ہو گئے کہ مسلمانوں کو رات دن اُن سے خطرہ لاحق ہو گیا، وہاں کے ایک بڑے مسلمان زمیندار نور محمد خاں صاحب نے اس صورتِ حالات سے پریشان ہو کر ترکِ وطن کر دیا۔

مین پوری میں دفعہ ۱۴۴ | مین پوری میں بھی حکام نے صرف مسلمانوں پر ۱۴۴ لگائی اور ہندوؤں کو آزاد چھوڑ دیا گیا۔ مسلمانوں نے مجبور ہو کر تعزیے بند کر دیے۔

پیلی بھیت | پیلی بھیت میں بھی مسلمانوں پر شدید حملے کیے گئے۔ مسلمانوں کی جانیں ضائع ہوئیں۔ کئی ماہ تک مقدمات کا سلسلہ مسلمانوں کے خلاف جاری رہا۔ مسلمانوں کی بہت سی نعشیں غائب کر دی گئیں۔

رضاکاران مسلم لیگ کی کوششوں سے تالاب کے اندر سے عرصہ کے بعد نعشیں برآمد ہوئیں، حکام کا رویہ مسلمانوں کے خلاف رہا اور رضاکارانِ مسلم لیگ گرفتار کیے گئے

(اطلاعات و بیانات کارکنان)

فسادات میرٹھ | میرٹھ میں پہلی بار ۸ مئی ۱۹۳۹ء کو ہندوؤں کی ایک بارات کے جلوس کی وجہ سے ہنگامہ ہوا۔ جیسکے واقعات اخبار وحدت دہلی مورخہ ۲۹ جولائی ۱۹۳۹ء میں مسلم لیگ کے کارکنان کی طرف سے حسب ذیل شائع ہوئے ”۸ مئی ۱۹۳۹ء کو ہندوؤں کی ایک بارات جس میں ہندو یتیم خانے کے لوگ باجہ بجا رہے تھے گندی بازار کی مسجد کے سامنے باجہ بجاتی ہوئی آئی۔ اسوقت عشاء کی اذان ہو رہی تھی۔ ایک مسلمان نے ہندو مجمع سے کہا کہ اذان ہو رہی ہے یا تو باجہ بند کر دیا جائے یا خاموشی سے جلوس گزر جائے۔ باجہ ماسٹر نے ۲۵۔۳۰ آدمیوں کے ساتھ اس مسلمان پر حملہ کر دیا اور ڈنڈوں اور لاٹھیوں

سے اس غریب کو اس قدر مارا گیا کہ وہ زخمی ہو کر گر پڑا اور خون جاری ہو گیا مضروب کو
ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا۔

مسٹر ساورکر صدر ہندو مہا سبھا کی آمد پر زبردست ہنگامہ

مسٹر ساورکر صدر ہندو مہا سبھا جو مہاراج کرشن ایڈوکیٹ کے انتخاب میں میرٹھ آئے تھے ۳؍ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو انکا جلوس نکالا گیا۔ اس سلسلہ میں جو زبردست ہنگامہ ہوا اُس کی تفصیلات کے لیے مسٹر سید محمد اشرف بیرسٹرایٹ لا سکریٹری مسلم لیگ کے مطبوعہ بیان کے وہ چند ضروری حصے جو اخبار وحدت مورخہ ۱۰؍ اکتوبر ۱۹۳۹ء میں شائع ہوئے درج کیے جاتے ہیں

"ہم کوتوالی گئے۔ جہاں مسٹر گل اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سے ملاقات ہوئی۔ ڈپٹی صاحب نے بیان کیا کہ ہندوؤں کا جلوس جس میں مسٹر ساورکر صاحب ایک گاڑی میں رونق افروز تھے، کوتوالی پر تقریباً چھ بجے شام کے وقت پہونچا، جہاں اُن کو ایڈریس دیا گیا یہاں سے روانہ ہو کر مغرب کے وقت یہ جلوس مسجد کے نیچے پہنچا۔ وہاں ایک مسلمان دوڑا ہوا آیا۔ اور شکایت کی کہ جلوس والے نماز کے وقت باجہ بجا رہے ہیں، کوتوال صاحب موقعہ پر دوڑ کے ہوئے گئے تو دیکھا کہ نماز ہو رہی ہے باجہ بند ہے لیکن جلوس والے جے کارے لگا رہے ہیں انہوں نے منع کیا۔ لیکن وہ نہیں مانے پھر ساورکر صاحب سے کہا گیا کہ آپ واپس چلے جائیں کیونکہ اندیشہ فساد ہے۔ ساورکر صاحب نے کہا کہ یہ حکم ہے یا آپ کی صلاح ہے، ڈپٹی صاحب نے کہا کہ آپ جو چاہیں سمجھ لیں لیکن میں یہی مناسب سمجھتا ہوں اسپر ساورکر صاحب نے گاڑی میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ پولیس ہم کو زبردستی آگے جانے سے روکتی ہے۔ ہم بھی مجبور ہو کر انکا کہنا مانتے ہیں اسپر جلوس میں جوش پیدا ہوا اور نہیں نہیں کی آوازیں بلند ہوئیں تاہم ساورکر صاحب اُترے، اور کوتوالی کی طرف ۲۰ قدم چلے ہونگے، کہ جلوس میں سے شیم شیم کے نعرے بلند ہونے شروع ہو گئے اور ہندو انکو پکڑ کر واپس لے گئے اور گاڑی میں بٹھا دیا اتنے میں میں نے کلکٹر صاحب جنٹ صاحب اور سپرنٹنڈنٹ کو فون کر دیا۔ وہاں سے یہ لوگ مع پولیس

کی امداد کے آگئے۔ساورکر صاحب کو کہا گیا کہ جلوس واپس جائیگا۔ساورکر صاحب نے پھر کھڑے ہو کر گاڑی پر سے فرمایا کہ ہم کو زبردستی جلوس نہیں نکالنے دیا جاتا، کلکٹر صاحب کہتے ہیں کہ جلوس واپس لے جاؤ تو ہم بھی یہی مناسب سمجھتے ہیں۔جلوس میں نہایت جوش تھا اور نوجوان چلا رہے تھے۔بہرحال ساورکر صاحب کو اُتار کر اور پولیس کے گھیرے میں لیکر اور گاڑی کا انتظام کر کے جائے رہائش پر پہونچا دیا گیا۔

اسکے بعد کوتوالی سے چلکر ہم لوگ قاضی نجم الدین صاحب کے مکان پر آگئے جہاں ہم کو معلوم ہوا کہ دس بارہ سال کے مسلمان لڑکے کیبر جی کے ساتھ لاٹھیوں وغیرہ سے زدوکوب کیا گیا، جس کی رپورٹ قاضی بشیر الدین صاحب ایڈوکیٹ نے رات کو تحریر کرادی تھی قاضی صاحب کے مکان پر نا وٹی سینما کے منیجر سے ملاقات ہوئی۔متعدد لوگوں سے معلوم ہوا کہ بہت سے مسلمان زخمی ہوئے ہیں۔لیکن ڈر کی وجہ سے انھوں نے رپورٹ نہیں درج کرائی۔اور نہ معائنہ کرایا۔اکثر لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ ہندؤں کے محلوں میں چھتوں پر سے بہت سی اینٹیں برسائی گئیں جن سے لوگ زخمی ہوئے۔اور ایک اینٹ کلکٹر کے موٹر پر لگی۔جس سے اُن کی عینک ٹوٹ گئی اور آنکھ پر ضرب آئی۔منشی سحاب احمد سب انسپکٹر کے بھی ایک اینٹ سر پر لگی۔یہ بھی معلوم ہوا کہ اننت رام کے چھتہ میں ایک ہندو بندوق لیے کھڑا تھا اور کلکٹر صاحب کو دیکھ کر چھپ گیا۔

ہندؤں کے اس جلوس میں باوجود پولیس اور ذمہ دار حکام کی موجودگی کے ہندو بلوائیوں نے جو رویہ اختیار کیا وہ اس کی دلیل ہے کہ عام ہنگاموں میں جہاں پولیس کا خاص نظم نہ ہوگا، یا جہاں پولیس کی مسلمانوں کو امداد نہ ہوگی مسلمانوں پر کیا کچھ سختیاں نہوتی ہوں گی +

باغپت ضلع میرٹھ میں بھی ایک ہندو راجپوت زمیندار نے مسلمان کاشتکاروں کو پریشان کیا اور وہاں بھی ایک ہنگامہ ہوا۔

مئو اعظم گڈھ میں مسلمانوں پر فائر مسجد کی دیوار پر گولیوں کے نشانات!

مئو ضلع اعظم گڈھ میں جو فائرنگ کی گئی وہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ایک خاص اہمیت رکھتی ہے اس واقعہ کی ابتدائی اطلاع جو عبدالقادر صاحب نے ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو ارسال کی اور جو اخبار وحدت مورخہ ۳۱ اکتوبر میں شائع ہوئی حسب ذیل ہے۔

"مورخہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو ۱۲ بجے شب میں جبکہ مسلمان جامع مسجد شاہی میں نماز شبینہ پڑھ رہے تھے۔ اسی وقت بھرت ملاپ کا جلوس گزرنیوالا تھا۔ جلوس گزرنے کا وہی راستہ ہے اسپر مسلمانوں کو کوئی اعتراض نہ تھا۔ مگر جب جلوس مسجد کے پھاٹک کے قریب پہنچا تو مسجد میں اور خود جلوس پر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس۔ ڈپٹی کلکٹر و ضلع پولیس و حکام پر جو انتظاماً پہلے سے تعینات تھے پتھر پھینکے گئے اور فوراً ہی ہندو شور و غوغا کر کے اپنا رتھ گرا کر فرار ہوگئے۔ پتھر گرنے کی خبر اور شور سنکر کچھ مسلمان پھاٹک پر آئے تھے کہ افسر پولیس نے فائرنگ کا حکم دیدیا۔ جا بجا دیواروں پر گولی کے نشانات موجود ہیں، پانچ چھ اشخاص زخمی ہوگئے دو کی نازک حالت ہے، مسلمان مسجد کے دوسرے راستہ سے باہر چلے گئے ۴۰ طلبا بیرونی دور دراز کے رہنے والے جو اپنی ناداری کی وجہ سے رمضان شریف میں اپنے مکان پر نہ جا سکتے تھے وہ مسجد میں رہتے تھے۔ جسوقت مجروحین فرش پر تڑپ رہے تھے اسی وقت پولیس مجروحین اور طلباء کو گرفتار کر کے لاری میں اعظم گڈھ لے گئی۔ مسجد پر پہرہ لگا دیا گیا۔

صدر مسلم لیگ کا مفصل بیان

جناب عبدالباقی خاں صاحب وکیل ایم اے ایل ایل بی صدر ضلع مسلم لیگ نے حسب ذیل بیان ۳ نومبر ۱۹۳۹ء کو اخبار وحدت میں شائع کرایا۔

۲۳، ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۹ء کی درمیانی شب میں بھرت ملاپ کا جلوس قریب ایک بجے شب کے شاہی مسجد قصبہ مئو کے پاس پہنچا۔ مسجد کے پھاٹک کے سامنے درخت پاکھر کی

شاخ میں گیس لگا دی گئی، ہندوؤں نے جے کے نعرے بلند کیے، سنکھ بجایا اور درخت پاکھر کی شاخوں کو کاٹنا چاہا۔ اور اسکے ایک روز قبل ایک شاخ درخت حسب خواہش ہندو صاحبان کاٹی جا چکی تھی۔ راستہ بالکل صاف تھا۔ رتھ جانے میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ ہندوؤں نے اسکے باوجود شاخ کاٹنے کے بہانہ سے رتھ کو وہاں روک دیا چند مسلمان جو وہاں بطور تماشائی شریک جلوس تھے۔ شاخ کے کاٹے جانے پر معترض ہوئے، باہم گالی گلوج کی نوبت آئی۔ اینٹ پتھر دونوں طرف سے چلنا شروع ہو گئے۔ مسلمان بوجہ اقلیت خائف ہو کر مسجد کے اندر پناہ گزین ہوئے ٹھاکر دوارہ سنگھ حاکم پرگنہ محمد آباد گوہنہ نے مسلمانوں پر گولی چلانے کا حکم دیدیا۔ کافی تعداد میں فائرنگ ہوئی۔ مسجد کے اندر و باہر ۱۹ نشانات گولی کے نمایاں ہیں۔ جن میں چار نشانات مسجد کے اندرونی حصہ کی دیوار میں جو تیسرے حصہ مسجد کی آخری پچھی دیوار پر پڑتی ہے اور تین نشان درمیانی دیوار برآمدہ میں ایک ہی دروازہ پر ہیں۔ اور جس دروازہ پر تین نشانات موجود ہیں، اور اسکے سامنے مسجد کی سب سے اندرونی دیوار پر دو دو گولیوں کے نشانات ہیں۔ اسی در میں اُترا اور دکھن دو دو فٹ کے رقبہ میں در سے صرف ۳ فٹ کے فاصلہ پر اندر فرش مسجد پر خون کی کافی مقدار موجود ہے۔ مجروحین گرے ہوئے پائے گئے۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ مجروحین اسی مقام پر تھے۔ جب اور لوگوں کو گولی لگی کیونکہ برآمدہ میں گولی کے نشانات ہیں۔ لیکن خون کے دھبے پائے نہیں جاتے اور گولیاں مسجد کے اس اندرونی حصہ میں پڑنے کے یہ معنے ہیں کہ مسجد کے اس حصہ سے فیر ہوا ہے جو پوربی دیوار کے غسلخانہ کے کونے پر ہے اسکے علاوہ دس بارہ مسلمان اینٹ اور ڈھیلوں سے زخمی ہیں۔ تین مسلمان گولیوں سے مجروح ہوئے ہیں۔ جن میں سے ایک صدر ہسپتال اعظم گڈھ میں بتاریخ ۵ ہر اکتوبر ۱۹۳۹ء ۴ بجے شام شہید ہو گیا۔ جس کی عمر ۱۳ سال تھی اور جس کے سینہ میں گولی پار ہو گئی تھی اس کے ورثا کو لاش

کے مٹولے جانے سے روک دیا گیا۔ اور جنازہ بلا مرضی و اطلاع مسلمانانِ شہر کے باہر دریا پار کر بمقام سدھاری قبرستان میں بھجوا دیا گیا علاوہ بریں ۱۴ مسلمانوں کو گرفتار کر کے جیل میں بند کر دیا۔ جن میں ۳ طالب علم جو اسی مسجد کے حجرہ میں رہتے شامل ہیں۔ مسجد میں طلبا کے لیے حجرے بنے ہوئے ہیں، واردات کے وقت سے ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو ۳ بجے شام تک مسجد پر مسلح پولیس تعینات رہی۔ مصلحتاً ۲۶ اکتوبر کو ۴ بجے شام سے گارد ہٹالی گئی جو کہ مسلمان فائرنگ کے بعد اسقدر خوف زدہ ہوئے کہ اپنے مکان سے باہر نہیں نکلے ہیں، اس خطرہ سے کہ گرفتار کر لیے جائینگے۔ اور پولیس برابر اُن کو دھمکیاں دے رہی ہے پولیس مسلمانوں کو گرفتار کر کے ہندو گواہان سے تھانہ میں علانیہ شناخت کراتی ہے مسلمانانِ مئو نے ۲۶ اکتوبر کو مکمل ہڑتال کی۔ ان کو موجودہ حکام کے طرزِ عمل سے سخت خطرہ ہے جس اتفاق سے گولی چلوانے کے وقت کوئی مسلمان افسر وہاں موجود نہیں رکھا گیا ہے۔ مگر کلکٹر صاحب نے نہ معلوم کس مصلحت سے اس کی تفتیش جناب حشمت علی صاحب ڈپٹی کلکٹر کے ہاتھوں میں دیدی ہے مسجد میں مسلمانوں کی تعداد صرف ۱۴-۱۵ تھی۔ اور جلوس میں ہندو تماشائی تین ہزار تھے، علاوہ اسکے اسی شب میں شہر اعظم گڑھ میں ایک خفیف سا ہنگامہ ہو گیا۔ جس میں ہندوؤں کی سراسر زیادتی تھی۔ اسلیے کہ انکے جلوس کا راستہ طے ہو چکا تھا، لیکن وہ لوگ معاہدہ کی خلاف ورزی کر کے متروک شدہ راستہ پر زبردستی بڑھ گئے چنانچہ اُسیوقت ۴۴ انافذ کی گئی۔ مگر باوجود اسکے دوسرے روز جلوس میں جو ۲۵-۲۶ کی درمیانی رات کو نکلا اس میں ہندو بلوائی بجائے لاٹھیوں کے ہزاروں کی تعداد میں بانس کے چھلیے جو لاٹھی کا کام ہر طرح دے سکتے تھے جھنڈی لگا کر جلوس میں لائے گئے، حکام نے تمام حالات دیکھتے ہوئے بھی ہندوؤں سے کوئی بازپرس نہیں کی باوجودیکہ مسلمانوں نے حکام کی توجہ اس ناجائز فعل پر دلائی۔ لیکن مقامی حکام کا رویہ مسلمانوں کی نگاہ

میں قابل اعتراض تھا اور ہے۔"

یوپی میں خاکساروں پر بے پناہ مظالم
بلند شہر فائرنگ کا مختصر خاکہ!

کانگرسی عہد حکومت میں انتہائی کوشش کی گئی کہ مسلمان مسلم لیگ سے جدا ہو جائیں اس مقصد کے لیے مختلف تحریکات اٹھائی گئیں۔ مسلم ماس کنٹیکٹ و تحریک رابطۂ عوام کے ماتحت انتخابات وغیرہ میں پانی کی طرح روپیہ بہایا گیا۔ مگر مسلمانوں نے اپنی غریب مسلم لیگ کا دامن نہیں چھوڑا۔ دوسری طرف مسلمانوں پر بے پناہ مظالم ہوئے اسوقت بھی مسلمان لیگ سے علیحدہ نہیں ہوئے۔ آخر میں مسلمانوں میں باہمی اختلافات کو بڑھانے کے لیے کبھی قریشی، کبھی انصاری اور کبھی دوسرے سوالات اٹھائے گئے اس میں بھی ناکامی ہوئی تو مجلس احرار اور کانگرسی مسلمانوں کے ذریعہ سنی شیعہ قضیہ کھڑا کیا گیا۔ یہ وہ آخری وار تھا۔ جو انتہائی غور و فکر کے بعد کیا گیا تھا۔ صوبہ متحدہ کے سمجھ دار مسلمان اچھی طرح جانتے تھے کہ تبرا بازی اور مدح صحابہؓ کی تحریک دونوں طرف کے ایسے ہی لیڈروں کے ہاتھوں میں ہے جو کانگرس سے خصوصی تعلق رکھتے ہیں۔ اسلیئے سوائے لکھنؤ یا خال خال جگہوں کے اس تحریک کا خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ مسلم لیگ اِن سب تحریکوں سے علیحدہ تھی۔ جب تبرا اور مدح صحابہ کی تحریک نے طول پکڑا تو خاکساروں کے لیڈر مشرقی صاحب نے اپنے بیانات میں سنی و شیعہ لیڈروں سے اپیل کی کہ وہ اس معاملہ کو بعجلت طے کریں۔ ورنہ مجبور ہو کر خاکسار میدان میں آئیں گے۔ اور اس فتنہ انگیزی کا حل نکالیں گے۔ ان اعلانات نے کانگرسی حلقوں میں کھلبلی ڈالدی کیونکہ وہ تو صرف یہی چاہتے تھے۔ کہ دونوں فرقوں کے اصحاب آپس میں لڑتے رہیں۔ اس سلسلہ میں پراونشل مسلم لیگ کے ذمہ دار کارکنان نے متعدد بار وزیر اعظم یوپی سے ملاقاتیں کرکے حل نکالنا چاہا مگر بلطائف الحیل ہر تحریک مصالحت کو ناکام کر دیا گیا فقیر عبدالحامد قادری اور حضرت مولانا ظفر علیخاں صاحب بھی دو ہفتے مسلسل مصالحت میں صرف کئے مگر خود غرض افراد نے ہر تحریک کو دبا دیا۔ آخر میں جب تعلقات بد سے بدتر

ہوتے گئے تو مشرقی صاحب بانی تحریک خاکساران نے اپنی جماعت کو لکھنؤ پہنچنے کا حکم دیا اور وہ خود بھی لکھنؤ آئے۔ خاکسار پُرامن طور پر ہر جگہ اپنی پریڈ کرتے تھے۔ کانگرسی حکومت چونکہ اس تحریک خاکساران کو ہر طرح دبانا چاہتی تھی۔ اسلئے اُسنے خاکساروں پر مختلف قسم کی قیود عائد کر دیں۔ یعنی اخوت کے نشان۔ بیلچہ اور وردی کے استعمال کو قانوناً ممنوع قرار دیا۔ مشرقی صاحب بھی گرفتار ہوئے اور ہزاروں کی تعداد میں خاکسار یوپی کے جیلوں میں ٹھونس دیے گئے، خاکساروں کا مطالبہ یہ تھا کہ جس طرح سیوا سمتی۔ اگنی دَل۔ مہابیر دَل وغیرہ جماعتوں کو آزادی کے ساتھ پریڈ کرنے کا حق حاصل ہے۔ اسی طرح خاکساروں کو حاصل ہے، مگر حکومت نے ہر قسم کے جبر و تشدد سے کام لیا۔ حالانکہ ہندوؤں کی دوسری جماعتیں آزاد تھیں مگر خاکسار مسلمان گرفتار کیئے جا رہے تھے +

چنانچہ حکومت یوپی نے لاانیڈ آرڈر کے بہانے سے خاکساروں پر ہر قسم کے دباؤ ڈالنے کے لیئے جو کچھ طے کیا وہ اخبار وحدت مورخہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۹ء کے حوالہ سے حسب ذیل ہے۔

"یوپی کی کانگرسی حکومت نے طے کیا ہے کہ جب کبھی شہر میں خاکسار دستوں کی آمد کی خبر ملے تو امداد کے لیئے فوراً فوج طلب کر لی جائے۔ حکومت کا خیال ہے کہ خاکسار امن و امان کے لیئے شدید خطرہ ہیں، الخ حکومت نے طے کر لیا ہے کہ لاانیڈ آرڈر کے شدید اقدامات کیئے جائیں۔ چنانچہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ امداد کے لیئے فوج طلب کی جاتے اس فیصلہ کے پیش نظر چار پلٹنوں کی ایک سپاہ اور لکھنؤ ڈسٹرکٹ پولیس کی چھ پلٹنیں آج صبح ریلوے اسٹیشن پر موجود تھیں" (مورخہ ۱۰ اکتوبر)

حکومت یوپی کے احکام و ہدایات کے مطابق ہر ضلع میں جہاں خاکساروں کے جتھے گئے وہاں اور جیلخانوں میں خصوصاً زیادہ سے زیادہ سختیاں کی گئیں، چنانچہ مولوی سر محمد یعقوب نے پریس کو جو بیان دیا اُس میں فرمایا۔

لکھنؤ اور دیگر مقامات پر جو تشدد اور سفاکانہ برتاؤ خاکساروں پر ہو رہا ہے
اس کی کوئی مثال ہم کو برطانیہ کی کانگرسی تحریکات کو دبانے کی نہیں
ملتی۔ جس بیدردی سے خاکساروں کو زدوکوب کیا جا رہا ہے اور جس
قسم کا برتاؤ جیلوں میں اُنکے ساتھ ہو رہا ہے۔ کوئی تعجب نہیں کہ آج
لکھنؤ میں واقعہ کربلا دُہرایا جا رہا ہے۔"

اسی طرح ڈاکٹر سر ضیاءالدین صاحب نے اپنے مختلف بیانات میں تحریک خاکساران کے معقول مطالبات اور کانگریس منسٹری کے مظالم کی وضاحت کی۔ پراونشل مسلم لیگ کے زیر ہدایت لیگ پارٹی نے بھی یو۔پی اسمبلی میں مختلف سوالات کئے اور بلند شہر فائرنگ کی تحقیقات کا مطالبہ کیا گیا مگر اس مطالبہ کا جو نتیجہ کانگرسی حکومت میں نکلا وہ سب پر عیاں ہے۔

علی گڑھ میں خاکساروں پر سختیاں علی گڑھ میں بھی خاکساروں پر لاٹھی چارج کیا گیا۔ خاکساروں نے لاٹھیاں کھا کر بھی برداشت کیا۔ بعض خاکسار لاٹھیوں کے حملوں سے گر گئے اسکے بعد بھی پولیس نے مارنا بند نہیں کیا۔ پولیس نے بیدردی کے ساتھ بیہوش خاکساروں کو گھسیٹ کر لاری میں ٹھونس دیا۔ جیسے مال گودام کے قلی بھی دیکھ کر سر دُھن رہے تھے۔ میرے دوست اُور بھائی مولانا سلیمی ندوی صاحب کا بیان ہے کہ میں جس وقت موقعہ پر بھاگا ہوا پہونچا تو معلوم ہوا کہ بیہوش ہونے کے بعد خاکساروں کی لاش پر تقریباً سات منٹ تک لاٹھیوں کی بارش ہوتی رہی۔

(از اخبار سرگزشت و بیان مولانا سلیمی ندوی)

کانگرسی دورِ حکومت میں عدل و انصاف کا خون مسلمان ملازمین کے ساتھ زیادتیاں کانگرسی حکومت کے اعلیٰ عہدہ داران اور ذمہ دار افرادنے کانگرسی کارکنان کی تحریکات پر مسلمان ملازمین کے ساتھ جس ہندوذہنیت کا برتاؤ کیا اس کی چند

مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ اگرچہ اس قسم کے واقعات کم و بیش ہر ضلع میں ہوئے ہیں اور بڑی حد تک یہ نتیجہ ہے "گورنمنٹ سرکلر کا" جو صوبۂ متحدہ کے تمام اضلاع میں جاری ہوا اور جس کی وجہ سے مقامی حکام کانگریس کمیٹیوں کے مشورہ کے پابند ہو گئے حسب ذیل واقعات علی گڈھ اور بلند شہر میں ہر شخص کی زبان پر ہیں۔

ممتاز علیخاں سب انسپکٹر کا قتل کانگرسی حکومت نے قاتلوں کو گرفتار نہیں کیا

ممتاز علی خاں سب انسپکٹر کو جس بیدردی کے ساتھ قتل کیا گیا وہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ایک ایسا سنگین واقعہ ہوا ہے جسے علیگڈھ کے مسلمان کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔ واقعات اس طرح بیان کیے جاتے ہیں کہ ممتاز علی خاں نے ڈاکوؤں کے ایک سردار کو جب کہ وہ موٹر میں بھری ہوئی بندوق لیے جا رہا تھا اور جس کا کانگریسی کارکن ہونا بھی بیان کیا جاتا ہے، ہاترس کے قریب گرفتار کیا۔ ممتاز علی خاں کو اس گرفتاری کے سلسلہ میں بطور انعام کنگ میڈل دیا گیا۔

جس دن گرفتاری عمل میں آئی اس دن ملکھان سنگھ (سابق سکریٹری کانگریس کمیٹی) نے ڈاکوؤں کے رفقاء کی پناہ دہی کے انتظامات میں کافی حصہ لیا۔ چونکہ کانگرسی کارکنان ڈاکوؤں کے رفقا کو بچانا اور ممتاز علی خاں کو پھانسنا چاہتے تھے۔ اسلیے انہوں نے یو۔پی کی وزارت سے ممتاز علی خاں کے خلاف جب کہ وہ بلند شہر میں تھے مقدمہ چلوایا اور ایک بورڈ سب انسپکٹر مذکور کے خلاف بٹھایا گیا۔ حسن اتفاق سے بورڈ نے ممتاز علی خاں کو بری کر دیا۔

واقعہ قتل قبل اسکے کہ انسپکٹر موصوف اپنے عہدہ کا چارج لیں اُن کے مکان واقع تیاد روڈ علی گڑھ پر ایک جماعت نے موٹر پر جا کر بندوق کی گولی سے شہید کر دیا یہ موٹر نمائش کے میدان میں کھڑا کیا گیا۔ قتل کے بعد معمولی سی سرسری تحقیقات کی گئی۔ قاتل اب تک گرفتار نہیں ہوئے۔

حکومت ممتاز علی خاں کے کیس میں بورڈ تو بٹھا سکتی تھی مگر واقعۂ قتل کی تحقیقات اور ایسی کارروائیاں جس سے قاتل گرفتار ہو کر سزائیں پاتے، نہیں کر سکی۔

مسٹر ریاض الدین آئی پی ایس پر کانگریس منسٹری کا غصہ

مسٹر ریاض الدین آئی پی ایس بلند شہر محض اس جرم میں کہ اُنہوں نے کانگریس منسٹری کے احکام نافذ ہونے کے بعد ممتاز علی خاں سب انسپکٹر کو معطل کرنے میں تاخیر کی۔ اور کاغذات متعلقہ کو افسران بالا کے پاس بھیجدیا۔ ضلع بلند شہر سے تبدیل کئے گئے اور انٹی کرپشن کی طرف سے انسپکٹر معین کر کے ایک سال تک تحقیقات کرا کر پریشان کیا گیا۔ حالانکہ تحقیقات سے کوئی جرم ثابت نہ ہو سکا۔ ایک ایسے بڑے عہدہ دار کو جو اندرونی پولیس کا مستقل افسر ہو۔ سال بھر تک پریشان کرنا اُس کی کھلی ہوئی توہین و تذلیل اور فرقہ پرستی کی دلیل ہے۔

اسی طرح تحصیل داتاگنج ضلع بدایوں میں ایک مسلمان محرر جوڈیشل تحصیلدار داتاگنج کے خلاف رشوت ستانی کے الزام میں جامہ تلاشی کیگئی اور یہ تمام کام کانگریس کے ایم ایل اے رکم سنگھ نے بطور خود انجام دیئے۔ محرر جوڈیشل کے پاس کچھ برآمد نہیں ہوا۔ مگر حکام ضلع نے اسکی توہین و ذلت پر کوئی توجہ نہیں کی۔

ہردوئی میں سب انسپکٹر پر مقدمہ

ضلع ہردوئی میں کانگریس کے ہندو ممبر اسمبلی کی تحریک سے سلطان احمد خاں سب انسپکٹر پر ایک تفتیش کے سلسلہ میں مقدمہ چلایا گیا۔ جو بہت دنوں تک جاری رہا۔ عدالت ججی سے سلطان احمد سب انسپکٹر بحال ہوا، باوجود بحال ہونے کے اگست ۱۹۳۸ء سے اگست ۱۹۳۹ء تک سلطان احمد خاں کو پریشان کیا گیا۔ سب انسپکٹر موصوف کی معطلی کے وقت انسپکٹر جنرل کا یہ حکم تھا کہ دوران معطلی میں نصف تنخواہ دی جائے مگر یوپی کی وزارت نے حکم دیا کہ صرف چوتھائی تنخواہ دی جائے نیز یہ کہ انسپکٹر مذکور از روئے قواعد بریت کی وجہ سے دوران مقدمہ کے اخراجات پانیکا بھی مستحق تھا۔ مگر یہ اخراجات بھی نہیں دیے گئے

کیا پولیس کے محکمہ میں صرف مسلمان ہی رشوت لیتے ہیں!

یہ امر بھی قابل غور ہے کہ میرٹھ۔ مراد آباد۔ بارہ بنکی جونپور وغیرہ میں جس قدر بھی رشوت ستانی کے مقدمات چلائے گئے ان میں اکثر تقریباً مسلمان ہی ماخوذ ہوئے اور انہیں کو زیادہ تر پریشان کیا گیا اگر پولیس کے محکمہ میں رشوت کی لعنت جاری ہے تو اُسکا ارتکاب ہندو ملازمین بھی کرتے ہونگے۔ مگر واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ اس معاملہ میں بھی ہندو مسلم ذہنیت کام کرتی رہی مسلمانوں کو باوجود جرم ثابت نہ ہونے کے دِق کیا گیا۔ ہندوؤں کی جنبہ داری کی گئی۔ اور اس طرح کھلم کھلا تعصب کا مظاہرہ کیا گیا۔

ایم سی مہتا مجسٹریٹ ضلع کی صاحبزادی کا عقد اور مہذب رشوت ستانی!

یہ بات علی گڑھ کے عوام اور خواص میں کافی طور پر مشہور ہے کہ ایم سی مہتا مجسٹریٹ علی گڑھ کی صاحبزادی کے عقد میں جو جوائنٹ مجسٹریٹ علی گڑھ کے ساتھ ہوا رؤسائے ضلع و شہر اور ماتحت افسروں سے چاندی کے برتن اور زیورات وغیرہ لئے گئے۔ حالانکہ کانگرسی حکومت نے اِس قسم کے افعال کو قانوناً ممنوع قرار دیا تھا۔ مگر مسٹر مہتا کے خلاف نہ کوئی بورڈ بیٹھا نہ ضابطہ کی کارروائی عمل میں لائی گئی۔ (بیانات کارکنان علی گڈھ)

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

ناظرین فیصلہ کریں!

مذکورہ بالا واقعات کے بعد ناظرین خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ جب ذمہ دار افسران کھلم کھلا ہنود کی جنبہ داری اور مسلمانوں کی مخالفت کرتے ہونگے تو اُنکے نیچے کام کرنے والے عملہ کی حالت اپنے ماتحتوں کے ساتھ کیا ہوگی۔ چنانچہ جن مقامات پر بلوے اور فسادات ہوئے ہیں ان میں مسلمانوں کی رپورٹیں لینے تک سے زبانی انکار کیا گیا اور ہندوؤں کی امداد کی گئی۔

یوپی میں واردھا اسکیم | یوپی میں واردھا اسکیم کے مطابق طریقۂ تعلیم کی ٹریننگ کرائی گئی، واردھا اسکیم کے خاص خاص عنوانات حسب ذیل ہیں:۔

(۱) مذہبِ اسلام کو کسی مذہب پر فوقیت نہیں۔

(۲) ہندو مذہب اور ہندو ریفارمروں کی زندگی کی برتری۔

(۳) گاندھی جی کا فلسفہ عدم تشدد خاص طور پر ذہن نشین کرایا جائے۔

(۴) ۷ سال سے ۱۴ سال کی عمر تک کے لڑکے اور لڑکیاں مشترکہ طور پر تعلیم پائیں۔

(۵) گانے اور بجانے کے ۴۵ منٹ لازمی ہوں۔

ہندوستانی زبان کا نمونہ وزرائے کانگریس کے الفاظ میں! | چونکہ گاندھی جی کو اُردو زبان سے صرف اسلئے نفرت ہے کہ وہ قرآن پاک کے حروف میں لکھی جاتی ہے جسکے خلاف گاندھی جی عرصے سے کوشش کر رہے ہیں۔ لہٰذا اُنکے اس جذبہ کے ماتحت ہندوستانی کی ترویج کو کانگریسی حکومت نے اپنے مقاصد زندگی کا اہم جزو بنا لیا۔ اب ہندوستانی زبان کے چند نمونے ملاحظہ ہوں جو اسمبلیوں، پبلک جلسوں اور سرکاری دفاتر میں استعمال ہوئے۔

(۱) مُدعی کی بجائے	جھگڑا پلیٹرو
(۲) مدعا علیہ "	جھگڑالو جے
(۳) مقدمہ "	ٹنٹا
(۴) مثل "	پوتھی
(۵) صوبۂ متحدہ "	جُٹ پرانت
(۶) صدر محترم "	سبھاپتی مہودے

یوپی کے وزیر تعلیم آنریبل سمپورنانند کی ہندوستانی میں تقریر! | آنریبل مسٹر سمپورنانند وزیر تعلیم نے بنارس میں حسب ذیل تقریر فرمائی:۔

"آدھنک کال جس میں کہ ہم رہ رہے ہیں اس کی یہ بھی ایک شبتا ہے کہ شکشٹرشیا کے پرت لوگوں کو اگر شرطبھنگ اور بیاپک ہوگیا ہے ادھکانش سے سنسار پر گھٹ ہوتی ہے۔ اور ترن سا رہم اپنی دیش میں بھی اس بشو بیاپی اندولن کے بعض بعض پہلوؤں کو دیکھ رہے ہیں اور انکا ان بھوگ رہے ہیں۔" الخ

آنریبل مسز وجیا لکشمی پنڈت وزیر لوکل سیلف گورنمنٹ کا مضمون برائے یومِ خواندگی!

وزیرِ موصوفہ کا وہ پیغام جو انھوں نے یومِ خواندگی کے لیے دیا۔ اور رسالہ یوم خواندگی ۱۵ جنوری ۱۹۳۹ء کے صفحہ ۱۶ لغایتہ ۱۷ مطبوعہ انڈین پریس الٰہ آباد میں شائع ہوا درجِ ذیل ہے:-

"ہندوستان میں سوتنترتا کی لڑائی چل رہی ہے، ہماری کوشش ہے کہ ہر پرکار سے ہم اپنے کو اس دن کے لیے تیار کرلیں۔ جبکہ آزاد ہوکر اپنے دیش کا انتظام ہم آپ کرینگے یہ آویشک ہے کہ ہندوستان کے ہر ایک پرش اور استری کو اکشر گیان ہو۔ آج کل ہماری گری ہوئی حالت بہت کچھ اِس لیے ہے کہ ہمارے ہزاروں بھائی بہن اکشر گیان سے رہت ہیں۔ اور ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتے جو سنسار میں ہو رہی ہیں۔ اور جنکا اثر کسی نہ کسی روپ میں ہمارے اوپر پڑ رہا ہے آج کل اس پرانت میں ساکشرتا کا کام شروع ہوا ہے ہر ایک پڑھے لکھے استری پرش سے میرا یہ نویدن ہے کہ وہ آج کے دن یہ پرن کرلے کہ کم سے کم ایک آدمی کو وہ ساکشر کر دے۔ اور جنہیں اکشر گیان نہیں ہے وہ کوشش کے ساتھ اپنے کو ساکشر بنا دے۔ یدی ہم سب ملکر اس کام کو اٹھائیں تو بہت تھوڑے سمے میں ہندوستان میں ساکشرتا پھیل جائیگی۔ اور ہماری اُنتّی کی بنیاد پڑ جائے گی۔"

ڈپٹی انسپکٹر مدارس علیگڈھ کا سرکلر مسٹر بلونت سنگھ دیال انسپکٹر مدارس علی گڑھ نے حسب ذیل سرکلر نمبر ۷ مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۳۹ء کو جاری کیا۔

"بھوگول کی پراکرتک شکشا پرائمری کلشا ردن بھوگول کی شکشا کا پرتمان روپ ودیارتھیوں کے لیے دیشیش تمتکار نہیں ہے بھوگول کے جو سدانت انہیں بتائے جاتے ہیں انہیں ودیارتھی کاریہ روپ میں پرورتی ریت نہیں کرسکتے۔ ادہیاپکوں بھوگول شکشا کے لیے کیول کتابوں کا آشرے لیتے ہیں جس کا پرنام یہ ہوتا ہے روشنک ویشئے ودیارتھیوں کے لیے نتانت نیرس بن جاتا ہے۔ یہ شکشا دیدہ کرشت تھا اور پرکت نہ کئے جئے دیشوس رو چکتا اوت پن کرتے ہیں اور آرم بھک بھوگولک شکشا لابھ دیک بنانے کے لیے ادہیاپکوں کے پتھ پردرشنی پراپوگک بھوگول کا پمفلٹ بھیجا جاتا ہے اس میں بتلائے ڈھنگ سے کام کرنے میں ادہیاپک تتھا ودیارتھی ادھک لابھنت ہوسکتے ہیں۔"

ہندوستانی زبان کے محرکوں سے اپیل بعض کانگرسی افراد کہتے ہیں کہ چونکہ اردو زبان کو عربی فارسی کے مشکل اور نامانوس الفاظ کا مجموعہ بنا دیا گیا ہے۔ لہٰذا ہم ایک ایسی ہندوستانی زبان جاری کرنا چاہتے ہیں، جسے ہر شخص بآسانی سمجھ سکے اور جو ملک کی متحدہ قومیت کی زبان ہو۔ کیا یہ حضرات ہمیں بتائیں گے۔ کہ مذکورۂ بالا زبان ہندوستانی کے جو نمونے پیش کئے گئے ہیں۔ یہی مشترکہ زبان بننے کے قابل ہے اور کیا اسی زبان کو عام طور پر آسانی سے بولا جاسکتا ہے؟

یقین کیجئے کہ آپ ہندوستان کے اندر ایک ہزار برس پہلے کی زبان کو اردو کی جگہ رواج دے رہے ہیں جو آپ کی فرقہ پرستی اور ہندوازم کا بدترین نمونہ ہے جسے کسی طرح بھی قومی اور مشترکہ خدمت سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ آپ خود جس چیز کو چاہیں قومیت کہہ لیں، مگر

یہ چیزیں اُردو کی پامالی و تباہی کے لیئے کی جارہی ہیں۔

صوبہ متحدہ میں مسلمانوں کے عہدوں اور ملازمتوں کا تناسب

(۱) صوبہ متحدہ کے کابینۂ وزارت کے اندر چار ہندو وزراء کو جو محکمے دیئے گئے وہ حسب ذیل تھے۔

امن عامہ۔ پولیس۔ مالیات۔ تعلیم۔ عدل۔ اصلاحات دیہی۔ زراعت۔ صنعت و حرفت۔ محکمہ مویشیان۔ لوکل سیلف گورنمنٹ۔ صحت عامہ۔

مسلمان کانگرسی وزیروں کے متعلق ۔ مال جیل تعمیرات اور آب پاشی کے محکمے تھے یعنی جس قدر اہم محکمہ جات تھے وہ صرف ہندو وزراء کے سپرد کئے گئے اور معمولی محکمے مسلمانوں کو دیئے گئے۔

(۲) صوبہ متحدہ میں ۱۱ پارلیمنٹری سکریٹری تھے جن میں صرف دو مسلمان رکھے گئے حالانکہ طے شدہ حقوق کے مطابق گیارہ مسلمان پارلیمنٹری سکریٹری ہونا ضروری تھے، وزیر عدل، وزیر تعلیم اور وزیر لوکل سیلف گورنمنٹ کے ساتھ کوئی مسلمان سکریٹری نہیں رکھا گیا حالانکہ مسلمان وزراء کے ساتھ دو دو تین تین دو سکریٹری رکھے گئے۔

اعلیٰ عہدوں پر جدید تقررات اور مسلمان

عہدہ	ہندو فیصدی	مسلمان فیصدی
ایڈوکیٹ جنرل	۱۰۰ فیصدی	صفر
پرائیویٹ سکریٹری	" "	"
وزیر اعظم	" "	"
ڈائرکٹر اطلاعات دیہہ	" "	"
مشیر قانونی	" "	"
افسر اعلیٰ انسداد رشوت ستانی	" "	"

ملازمت میں ۱۴۶ وید اور صرف ۴۶ حکیم

جب صحت عامہ کے پیش نظر دیہاتوں کے لیے معالجین کو ملازم رکھنے کا حکومت یو پی نے اعلان کیا تو اس میں دانستہ ۱۴۶ وید صاحبان کے مقابلہ میں صرف ۴۶ یونانی اطبّا لیے گئے۔ مرکزی ہندوؤں اور کانگریسیوں کی جنبہ داری تھی۔ چونکہ وید صاحبان تقریباً کُل کے کل ہندو اور ہندو زیادہ تر کانگریسی ہیں۔ اسلیئے ملازمت میں انکا حصّہ تگنے سے بھی زیادہ رکھا گیا۔ اور یونانی اطبّا جن میں ہندو بھی ہیں، مسلمان بھی۔ کانگریسی بھی ہو سکتے ہیں اور غیر کانگریسی بھی۔ ان کی تعداد اتنی کم رکھی گئی۔ جو ہندو اور کانگریسی ہی اطباء کے لیے کفایت کر سکے۔ اس حق تلفی پر جب بھوپ اندرا طبیہ کالج کے بانی شفاءالملک حکیم دلبر حسن خاں صاحب نے اعتراض کیا تو بجائے انصاف کے ستم بالائے ستم یہ ہوا کہ یو۔پی کی کانگرسی حکومت نے بھوپ اندرا طبیہ کالج کے ہفت سالہ الحاق کو بغیر کسی تحقیقات، اطلاع اور جواب طلبی کے توڑ دیا اور جب اس پر حکیم صاحب نے بذریعہ تار بارگاہِ حکومت میں احتجاج کیا تو اُن سے تھرڈ کلاس میں سفر کرنے والی کانگرسی حکومت نے تحقیقات کے لیئے دو ممبروں کا فرسٹ کلاس کا کرایہ اور سفر خرچ مبلغ تین سو روپے طلب کیا۔ حالانکہ اس کالج کو پٹیالہ گورنمنٹ باقاعدہ امداد دیتی ہے اور اسکے سند یافتگان کو لوکل باڈیز میں بطور طبیب ملازم رکھے جانے کے لیئے پنجاب گورنمنٹ کے احکام صادر ہو چکے ہیں۔ میں نے خود حکیم صاحب سے ملکر وہ تمام مضامین، کاغذات اور خط وکتابت اصلاً و نقلاً دیکھی ہے جو استناد کے لیئے ضروری اور واقعہ کی مؤثر شہادتیں ہیں +

(بیان مولانا سیفی ندوی)

مطبوعہ اخبار قومی گزٹ

دہلی

محکمہ تعلیم میں مسلم امداد کا تناسب

شعبہ جات	تعداد رقم غیر مسلم	رقم فیصدی غیر مسلم	تعداد رقم مسلم	رقم فیصدی مسلم
امداد انٹرمیجیٹ کالج	۳۵۴۵۷۲ روپے	۹۱ – ۸۴	۳۱۵۴۸	۸ – ۱۶
〃 〃 کالج نسواں	۸۷۱۴۰ روپے	۷۶٫۹۴	۲۶۷۷۲	۲۴ – ۶
〃 ہائی اسکول	〃 ۱۲۸۹۳۰۲	۸۳٫۹۴	۲۴۳۰۱۴	۱۵ – ۶
〃 〃 〃 نسواں	〃 ۱۵۱۸۳۱	۹۵ – ۶۳	۷۲۷۲	۴ – ۳۷
〃 مڈل اسکول انگریزی	〃 ۱۲۸۹۵۳۵	۸۶ – ۹۵	۱۷۱۸۴	۱۳ – ۵
〃 〃 〃 نسواں	〃 ۲۵۸۷۹۷	۹۴	۱۶۷۱۳	۶
خاص مدات آریہ پرتمی ندی سبھا وغیرہ	〃 ۷۴۴۰	سو فیصدی	صفر	صفر

محکمہ تعلیم کے اعلیٰ افسران | ا۔ محکمہ تعلیم کے اعلیٰ افسران میں کوئی مسلمان نہیں!

۲۔ ڈپٹی ڈائرکٹر، اسسٹنٹ ڈائرکٹر اور پرنسپل اسسٹنٹ ڈائرکٹر کے عہدہ جات پر تمام و کمال ہندو ہیں۔

۳۔ سکریٹری انٹرمیجیٹ بورڈ اور رجسٹرار اردو مڈل امتحانات کے عہدوں پر بھی صرف ہندو ہی فائز ہیں

۴۔ اس صوبہ میں ۱۰ پرنسپل انٹرمیجیٹ کالج ہیں۔ جن میں ۹ غیر مسلم ہیں، اور صرف ایک مسلمان ہے جو مستقل نہیں کیا گیا۔ حالانکہ اس صوبہ میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور دوسرے مسلمان تعلیمی اداروں کی وجہ سے مسلمانوں میں اعلیٰ قابلیت کے لوگ بہت زیادہ موجود ہیں۔

۵۔ گورنمنٹ ہائی اسکول کے ہیڈ ماسٹروں کی کل تعداد اس صوبہ میں ۴۶ ہے جن میں

صرف دو مسلمان ہیں یعنی ہندو ۹۶ فیصدی اور مسلمان چار فیصدی۔

۶۔ ہیڈ کلرک ۴۹ ہیں جن میں مسلمان صرف چار ہیں یعنی ہندو نوے فیصدی اور مسلمان دس فیصدی

مختلف عطیات | (الف) منجانب حکومت اس صوبہ میں صرف کتب خانوں کو مبلغ ۴۶ ہزار روپے سالانہ بطور مستقل امداد کے دیے جاتے ہیں۔ جن میں سے ایک حبہ بھی کسی مسلم کتب خانہ کو نہیں ملتا +

(ب) دو لاکھ روپے کے قریب مستقل امداد صرف غیر مسلم اداروں کو دی جاتی ہے لیکن مسلمانوں کو اس متفرق امداد میں سے ایک پیسہ نہیں دیا جاتا

کانگرسی دَورِ حکومت میں قتل، بلوؤں، چوریوں اور ڈکیتیوں کی تعداد

جرائم	سنہ ۱۹۳۶ء	سنہ ۱۹۳۷ء	سنہ ۱۹۳۸ء	جنوری سنہ ۱۹۳۹ء لغایۃ جون سنہ ۱۹۳۹ء
قتل	۸۶۲	۱۰۰۴	۱۱۳۵	۰
بلوے	۱۴۹۴	۲۰۵۳	۲۷۵۰	۰
چوریاں	۲۸۳۱۶	۲۹۶۸۷	۳۴۷۳۵	۰
ڈکیتیاں	۴۱۲	۴۹۶	۷۰۴	۵۱۶

ہندو مسلم بلوؤں کے متعلق پارلیمنٹری سکرٹری کا جواب | لکھنؤ ۔ فروری، یو۔پی اسمبلی کا اجلاس ٹھیک ساڑھے دس بجے شروع ہوا آنریبل بابو پرشوتم داس ٹنڈن اسپیکر یو۔پی اسمبلی چیرمین تھے آج بھی سوالات اور جوابات کافی دلچسپ رہے مسٹر شوکت علیخاں ایم ایل اے (لیگ) نے یو۔پی میں فرقہ وارانہ فسادات کے بارہ میں متعدد سوالات کئے اور یہ دریافت کیا کہ کانگریس کے عہدے قبول کرنے کے وقت سے اب تک کتنے فرقہ وارانہ فسادات ہوئے۔ اور ان سے پبلک کا کس قدر نقصان ہوا اور کتنے معاملوں میں لاٹھی چارج کیا گیا اور کتنی بار حکام کو مسلح پولیس یا فوج بلوانا پڑی اسکے جواب میں مسٹر سلیمان انصاری سکرٹری وزیر اعظم نے جواب دیتے ہوئے کہا:۔

موجودہ حکومت کے عہد کے ابتدائی دور سے ۳۱ اکتوبر تک ہندو مسلم فسادات کی تعداد ۲۴ ہے دو موقعوں پر پولیس کو لاٹھی چارج کرنا پڑا۔ مسلح پولیس چھ موقعوں پر طلب کی گئی اور دو مرتبہ فوج بلوائی گئی۔ ان

فسادات کے سلسلہ میں جو نقصانات ہوئے، ان کے متعلق حکومت کی طرف سے ایک نقشہ پیش کیا گیا ہے، اس نقشہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲،۳۱،۷ روپیوں کی جائداد کا نقصان ہوا، ۷،۸۷ مجروح اور ۳۴۵ ہلاک ہوئے" (بیان پارلیمنٹری سکرٹری ماخوذ از اخبار حق لکھنؤ مورخہ ۱۰۔ فروری سنہ ۱۹۳۹ء)

المختصر یہ ہے اُن بیشمار انسانیت سوز مظالم و واقعات کا ہلکا سا خاکہ جو مدتوں کی غلامی کے بعد اپنے ولی نعمت اور استاد سیاست حضور انگریز بہادر کے بخشے ہوئے عارضی و معمولی اقتدار و اختیار کے بل بوتے پر اترا کر گذشتہ ڈھائی سال کے دوران حکومت میں ہندو کانگریس نے ہندوستان کے آٹھ صوبوں میں نہیں، بلکہ صرف ایک صوبۂ متحدہ آگرہ و اودھ میں پوری مطلق العنانی اور بیباکی کے انداز میں بے خبر اور غیر منظم پا کر غریب مگر غیور مسلمانوں پر روا رکھے اور جن پر نظر رکھتے ہوئے ہندوستان کا ہر درد مند مسلمان یہ سمجھنے پر مجبور ہے کہ یہ کانگریس کی حکومت کیا تھی؟ چنگیز و ہلاکو کا دورِ نمرودی تھا جو گذشتہ غفلتوں کی سزا میں ہم پر مسلط کیا گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس دورِ حکومت سے نجات پانے کے بعد مسلمانوں کے سر ادائے تشکر کے لئے بارگاہ رب العزت میں جھک گئے اور مظلوموں، یتیموں اور بیواؤں نے خدا سے دعائیں مانگیں کہ اُسنے جس طرح مسلم اقلیتوں کو اس عذاب سے نجات بخشی اُسی طرح آئیندہ ہندوستان میں مسلمانوں کو اور زیادہ قوت و تنظیم عطا فرما کر انھیں ہر آنیوالے عذاب سے بچالے۔ ہاں قائدِ اعظم و قائدِ دورِ حاضرہ مسٹر محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ کے اعلانِ "یومِ نجات" کا فلسفہ بھی یہی ہے، جس پر سارے ہندوستان کے کانگرسی اب بے طرح چراغ پا ہیں ___ مگر اب ؟ ___ کیوں ؟ ___

تم تو کہتے تھے کہ میری داستاں کچھ بھی نہیں

خیر، ان واقعات کے پیش کرنے سے میرا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ ان سے ہندو مسلم کشیدگی میں اضافہ ہو بلکہ یہ صرف اسلئے ہے کہ مسلمان ان حالات کے پیش نظر بہت جلد زیادہ سے زیادہ منظم، باخبر اور صاحب قوت بنجائیں اور منصف مزاج ہندو کانگریس کی اُس غلط روش کو محسوس کر سکیں، جس کی وجہ سے ہندوؤں اور مسلمانوں میں اعتماد باہمی اور رواداری کے قیام کا تخیل باطل اور نتیجۃً ہندوستان کی آزادی امر محال بن جاتی ہے۔

مجھے اُمید ہے کہ میری اس تالیف و ترتیب سے ناظرین کتاب صحیح نتائج اخذ کرینگے ؛

فقیر محمد عبد الحامد قادری، بدایونی

دار التصنیف ـ مولوی محلہ بدایوں یوپی

خاکساروں کے ساتھ میرٹھ جیل میں سلوک
سید محمد اشرف بیرسٹر کا بیان

مسٹر سید محمد اشرف بیرسٹر ایٹ لاء نے اپنے طویل بیان میں جو اخبار وحدت مورخہ ۳ر اکتوبر میں شائع ہوا لکھتے ہیں گرفتار شدگان سے حالات معلوم کرنے پر بتایا گیا کہ وہ لوگ ۲۵ر ستمبر کو شام کے ۴ بجے غازی آباد میں جو میرٹھ سے تیس میل کے فاصلے پر ہے گرفتار کئے گئے۔ اور وہاں سے بذریعہ موٹر لاری جیل میرٹھ میں لائے گئے اس وقت سے ۲۶ر ستمبر کو ۳ بجے دن تک یعنی جس وقت تک کہ ہم لوگ ضمانت کی غرض سے جیل میں پہونچے ہیں جس کو کامل ۲۳ گھنٹے کا عرصہ گزر چکا تھا۔ اور کوئی غذا نہیں ملی۔ جس وقت ہم لوگ پہنچے تو اسی وقت تیس سیر چنے اور پانچ سیر گڑ جس کی بابت میں کچھ کہنا نہیں چاہتا کھانے کے لیے لایا گیا۔ ان میں دس بارہ خاکسار ایسے بھی تھے، جنکے چوٹیں بروقت گرفتاری عمل میں آئی تھیں۔ لیکن ان کا ڈاکٹری معائنہ نہیں ہوا جیلر صاحب سے معلوم کرنے پر یہ راز بھی کھُلا کہ اُن گرفتار شدگان کا کوئی وارنٹ بھی نہیں تھا۔ اور خود ملازمان و منتظمان جیل کو بھی یہ معلوم نہ تھا کہ وہ لوگ کس جرم میں گرفتار ہیں۔ الیٰ آخرہٖ

اِس قسم کی زیادتیاں خاکساروں پر کم و بیش ہر جگہ ہوئیں۔ علیگڈھ ۔ نجیب آباد کھتولی لکھنؤ میں ہر طرح سے خاکساروں پر مصائب توڑے گئے۔

بلند شہر میں خاکساروں پر فائر
پانچ خاکسار شہید ہوئے

ڈاکٹر نذر محمد صاحب انچارج خاکسار کیمپ دہلی کا وہ بیان جو مختلف اخبارات میں شائع ہوا اور وحدت اخبار دہلی مورخہ ۱۲ر اکتوبر ۳۹ء میں نکلا حسب ذیل ہے۔

۳ر اکتوبر کو ۱۰۰ خاکساروں کا ایک گروپ دہلی سے بلند شہر کی طرف روانہ ہوا ہفتہ کے روز جب کہ وہ شہر سے چھ میل کے فاصلہ پر تھے۔ انہوں نے جھٹ پٹا ہو جانے کے باعث وہیں کیمپ لگا دیا۔ لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ افسران اُنھیں صبح کے وقت گرفتار کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں، خاکساروں نے کیمپ اکھاڑ دیا اور تمام رات نقشہ گیا۔

۷ امیل خورجہ کی طرف سفر کرتے رہے، جہاں پولیس نے انھیں روک لیا۔ خاکساروں نے اپنے آپ کو یا بیلچے کو حوالہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اُس وقت کلکٹر بلند شہر اور خاکساروں کے کمانڈر کے درمیان گفت و شنید شروع ہوئی۔ اِن گفتگوؤں کے نتیجہ کے طور پر یہ طے پایا کہ خاکساروں کو لاریوں کے ذریعہ واپس دہلی پہونچا دیا جائے۔ لیکن بجائے اسکے انھیں ڈسٹرکٹ جیل بلند شہر میں پہونچا یا گیا۔ جس وقت بعض خاکسار جیل کے اندر داخل ہو چکے تھے۔ کامریڈوں نے جو ابھی تک باہر تھے کہا کہ وہ باہر نکل آئیں اسکے بعد ہی پولیس نے گولی چلا دی۔ پانچ خاکسار شہید ہو گئے۔

<u>ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بلند شہر کا نوٹس</u> ڈاکٹر نذر محمد صاحب نے اُردو میں شائع شدہ ایک ہینڈ بل پیش کیا۔ جس پر مسٹر سچا سنگھ آئی سی ایس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بلند شہر کے دستخط تھے ہینڈ بل میں عوام کو تنبیہ کی گئی تھی کہ وہ خاکسار جو ضلع میں داخل ہوئے ہیں۔ دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی کے الزام میں مجرم ہیں اور یہ کہ ہر وہ شخص جسنے کسی طریقہ پر بھی ان کی امداد کی یا پناہ دی - یا کسی قسم کی کوئی چیز اُن کے پاس فروخت کی وہ زیر دفعات ۱۰۹ و ۱۱۷ تعزیرات ہند مستوجب سزا ہوگا +

خاکساروں کی شہادت نے پورے ہندوستان میں اضطراب عظیم پیدا کر دیا ہر طرح سے گورنمنٹ یو۔پی کو باور کرایا گیا کہ وہ خاکساروں پر سے پابندیاں اُٹھالے، مگر اسنے مسلمانان ہند کی خواہشات کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا۔

تاآنکہ کانگریسی حکومت ٹوٹ گئی اور اس کے بعد کی حکومت نے قائد ملت اسلامیہ مسٹر محمد علی جناح - چودہری خلیق الزماں نواب اسمٰعیل خاں صاحب کی مساعی سے خاکساروں کی عام رہائی کا حکم دیا۔ اور جسقدر قیود عائد تھیں - اس کو اٹھا لیا۔

خاکسار جماعت اپنے جس اصول کے لیئے قربانیاں پیش کر رہی تھی کامیاب ہو کر اپنے اپنے مقامات پر واپس گئی۔ اور تاریخ کے لیئے اپنے عزم و ثبات کی زبردست مثال چھوڑ گئی

قیمت: /۷۵ روپے ، صفحات ۱۸۴
تحریکِ پاکستان کا ایک ناقابلِ فراموش باب جس پر
اپنوں کے تساہل اور غیروں کی کرم فرمائیوں کی وجہ سے
دبیز تہوں کا پردہ چڑھا دیا گیا، پہلی بار منظرِ عام پر
ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست
چند عنوان
نبی علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی پیاری آواز
امام احمد رضا کا پیغام مسلمانانِ برِعظیم پاک و ہند کے نام
پروفیسر سید محمد سلیمان اشرف سابق صدر شعبۂ اسلامیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا خطاب
ابوالکلام آزاد کی تقریر کا خلاصہ
جانسوز فریادِ حرم بدربار کرم (۱۳۳۹ھ) تاریخی نظم
تحقیق:
محمد جلال الدین قادری
تقدیم: مختار جاوید
سخنہائے چند: سید تابش الوری
جناب حسنین رضا خان قادری
کی بلند پایہ تصنیف
دنیائے اسلام کے اسبابِ زوال
جس میں فاضل مصنف نے
مسلمانانِ عرب و عجم کی رودادِ غم اور عالمِ اسلام کی داستانِ الم
انتہائی پُراثر اور دل نشین پیرائے میں تاریخی واقعات
اور قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کی ہے
زبان شستہ، انداز دلکش
حوالے مستند، دلائل قاطع
عمدہ کاغذ، اعلیٰ کتابت
معیاری آفسٹ طباعت
اور
حسین و مضبوط جلد
قیمت /۴۲ روپے